دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
الحق
ماھنامہ
بیاد
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
بانی دارالعلوم حقانیہ
مدیر
مولانا سمیع الحق

مطبوعاتِ مؤتمر المصنفین

کتاب		مصنف	صفحات	قیمت
۱۔ حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی مجلد ترتیب و تحشیہ: مولانا عبدالقیوم حقانی	افادات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق	۵۳۶ صفحات	۱۲۵ روپے
۲۔ دعوات حق مکمل دو جلد (مجلد) ضبط و تحریر: مولانا سمیع الحق	//	// //	۱۱۹۲	۱۲۰ روپے
۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ مرتبہ: مولانا سمیع الحق	//	// //	۴۰۰	۴۵ روپے
۴۔ عبادات و عبدیت مرتبہ: مولانا سمیع الحق	//	// //	۸۸	۸ روپے
۵۔ مسئلہ خلافت و شہادت مرتبہ: مولانا سمیع الحق	//	// //	۱۰۴	۱۰ روپے
۶۔ صحبتے با اہل حق (مجلد) ضبط و ترتیب مولانا عبدالقیوم حقانی	//	// //	۴۰۸	۷۵ روپے
۷۔ اسلام اور عصر حاضر مجلد	تصنیف	مولانا سمیع الحق	۴۶۰	۹۰ روپے
۸۔ قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	//	// //	۹۶	۷ روپے
۹۔ کاروان آخرت (مجلد)	//	// //	۴۴۶	۷۵ روپے
۱۰۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (خصوصی نمبر)	//	// //		
۱۱۔ قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	//	// //	۲۰۸	۳۵ روپے
۱۲۔ قادیان سے اسرائیل تک	//	// //	۲۲۴	۳۵ روپے
۱۳۔ قومی اور ملی مسائل پر جمعیۃ کا موقف	//	// //		
۱۴۔ میری علمی اور مطالعاتی زندگی مجلد	//	// //	—	—
۱۵۔ روسی الحاد	//	// //	۲۰۰	۴۵ روپے
۱۶۔ دفاع امام ابوحنیفہؒ (مجلد)	//	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۵۲	۶۰ روپے
۱۷۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات (مجلد)	//	// //	۲۷۲	۵۶ روپے
۱۸۔ علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات امام ابویوسفؒ۔ امام محمدؒ مجلد جلد دوم	//	// //	۲۷۲	۵۶ روپے

کتاب		مصنف	صفحات	قیمت
۱۹۔ ارباب علم و کمال اور پیشہ رزق حلال (مجلد)	تصنیف	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۳۲ صفحات	۵۶ روپے
۲۰۔ امام اعظمؒ کا نظریہ انقلاب و سیاست	//	// //	۶۴	روپے
۲۱۔ خطبات حقانی (جلد اول)	//	// //	۱۲۵	۱۸ روپے
۲۲۔ کتابت اور تدوین حدیث	//	// //	۴۸	۷ روپے
۲۳۔ عہد حاضر کا چیلنج اور امت مسلمہ کے فرائض (مجلد)	//	// //		
۲۴۔ مرد مومن کا مقام اور ذمہ داریاں	//	// //	۳۲	۵ روپے
۲۵۔ ساعتے با اولیاء (مجلد)	//	// //	—	—
۲۶۔ د امام اعظم حیرانکونکی واقعات (پشتو)	//	// //	—	—
۲۷۔ کشکول معرفت	//	// //	۱۱۲	۲۴ روپے
۲۸۔ الحاوی علی مشکلات الطحاوی	//	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۲۲۴	۳۵ روپے
۲۹۔ منهاج السنن شرح جامع السنن (عربی) چار جلد	//	شیخ الحدیث مفتی محمد فرید		۱۲۰ روپے
۳۰۔ برکۃ المغازی	//	شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جانؒ		
۳۱۔ اللہ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں	افادات	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	۲۴	۵ روپے
۳۲۔ ارشادات حکیم الاسلامؒ	//	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ		۷ روپے
۳۳۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت	تصنیف	مولانا مفتی غلام الرحمٰن	۹۶	۱۳ روپے
۳۴۔ دارالعلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک	//	// //	۱۴۴	۲۴ روپے
۳۵۔ دفاع ابوہریرہؓ	//	// //		
۳۶۔ افادات حلیم	//	مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۶	۶ روپے
۳۷۔ حیات صدر المدرسین (مولانا عبدالحلیم زروبیؒ)	//	// //	۵۱۲	۱۲۰ روپے
۳۸۔ فضائل و مسائل جمعہ		مولانا [illegible]	۹۶	۴۴ روپے

فہرست مضامین

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ تا ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ | جلد ۲۹ | اکتوبر ۱۹۹۳ء تا ستمبر ۱۹۹۴ء

مضامین کی فہرست موضوعات کے لحاظ سے سلسلہ وار ان صفحات سے دی گئی ہے جو ہر صفحے کے نیچے لکھے ہوتے ہیں یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوائی جائے ـــــ مدیر

نقش آغاز (اداریہ) مدیر

وفیات

قرآنیات

احادیث نبوی ﷺ

اسلامی قوانین، فقہ اور اسلامی نظام حکومت و آئین

دینی مدارس، علم اور علماء اور نصاب تعلیم

اصلاح وارشاد دعوت وتبلیغ اور استشراق

فرق باطلہ کا تعاقب اور تہذیب مغرب

بحث وتحقیق، سائنس اور سائنسیات

عالم اسلام، الجزائر، بوسنیا، کشمیر اور وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستیں وغیرہ

اسلامی تحریکات اور تاریخ وسوانح

ادبیات

افکار و تاثرات

دارالعلوم کے شب و روز

تبصرہ کتب

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد — ۲۹
شمارہ — ۱۲
ربیع ۱، ۲ — ۱۴۱۵ھ
ستمبر — ۱۹۹۴ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

عامہ

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ
مدیر :- عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم - شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم
۳۴۰/ / ۴۳۵
کوڈ نمبر - ۰۵۲۴۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز ـــــ مرد قلندر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ

فیا اسفاہ! وامصیبتاہ!

جمیعۃ علماء اسلام کے امیر عالمِ اسلام کی ممتاز علمی و دینی سیاسی اور روحانی شخصیت عارف باللہ جامع شریعت وطریقت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے علوم وافکار کے وارث اور ان کے مشن کے علمبردار قائدؒ قافلہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ بھی طویل علالت کے بعد بالآخر ۲۸ اگست ۱۹۹۴ء کو امت کو داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کے سانحہ ارتحال کی خبر جوں ہی دارالعلوم پہنچی تو صفِ ماتم بچھ گئی اور سناٹا چھا گیا سب نے اپنے آپ کو یتیم محسوس کیا۔ اساتذہ وطلبہ افسردہ ہوئے۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سفر پہ تھے اپنے تمام پروگرام منسوخ کرکے حضرتؒ کے جنازہ میں شرکت کے لیے خانپور روانہ ہوگئے، اساتذہ اور طلبہ کے قافلے بھی جنازہ میں شرکت کے لیے عازم خانپور ہوتے رہے جو باقی رہے وہ مسلسل تلاوت اور اذکار اور ایصال ثواب ودعائے مغفرت میں مصروف رہے۔

حضرت درخواستیؒ اس دور کی عظیم المرتبت اور مقبول ترین ہستی تھے علم وعمل اور ظاہر وباطن اور دینی واجتماعی میدان کے مہر عالمتاب تھے، وہ بدیع الزمان، نادرۃ العصر اور یکتائے روزگار تھے، متنوع کمالات و باطنی مقامات، بے شمار محاسنِ اعمال اور بے انتہاء بلند اخلاق وکردار کے لحاظ سے بالکل منفرد اور بے مثال تھے، علم واخلاق، تزکیہ نفس اور روحانیت وسیاست کی مرکزی شخصیت تھے، ان کی ذات گرامی بلا امتیاز خواص وعوام کا مرجع تھی ایک صدی سے بھی زائد کی دینی مذہبی قومی وملی اور سیاسی تاریخ حضرتؒ سے وابستہ ہے ان کے سانحہ ارتحال سے گویا ایک صدی کا ورق الٹ گیا ہے ان کے مجاہدانہ کارنامے قربانیاں، درس وتدریس تعلیم وتبلیغ اور ارشاد وہدایت کی زریں خدمات اظہر من الشمس ہیں ان کی ایک زندگی میں بہت سی زندگیاں جمع ہوگئی تھیں، وہ ان ابراہیم کان امۃ کی مکمل شرح اور تفسیر تھے ایثار و قربانی کا مجسّم پیکر اور "خلق عظیم" کا مظہر تھے جامعیتِ علوم، زہد وتقویٰ اور مجاہدانہ عزم وعمل ان

کی زندگی کا طرۂ امتیاز خصوصیات تھیں اسلاف کے صحیح جانشین اور یادگار تھے دین و سیاست کے ہر میدان میں رہبرانہ اور قائدانہ حیثیت کے مالک تھے اور ان عالی مرتبت افراد میں سے تھے جن کے متعلق کہا گیا ہے باللیل رھبان وبالنہار فرسان ان کی اسی جامعیت اور اوصاف کی وجہ سے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

حضرت درخواستی ؒ کی حیات مقدسہ کے اتنے مختلف گوشے ہیں کہ ہر ایک گوشہ مستقل مضمون اور مقالہ اور مستقل و مفصل تحریر کا محتاج ہے، مگر اس کے باوجود اس کا نہ حق ادا ہوگا اور نہ آئندہ نسلیں اس کا یقین کر سکتی ہیں کہ واقعی اس پُر فتن دور میں کوئی ایسی فوق العادۃ ہستی تھیں، مسلمانوں کے زوال و ادبار کے دور میں اخلاق کی پستی کے عہد میں، انتشار و اختلاف اور باہمی تشتت و افتراق کے دور میں، اور اخلاق کے فقدان کے زمانہ میں ایسی محیر العقول جامع کمالات شخصیت کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک کرشمہ تھا۔

حضرت درخواستی ؒ پر لکھنے والے بہت کچھ لکھیں گے اور الفاظ کی حد تک بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر ان کے مرتبہ و مقام اور روحانیت کی بلند پروازیوں کا ادراک کیونکر ہو سکے گا محمد بن یحییٰ نیشاپوری نے صحیح کہا تھا لا یعرف قدر الغزالی من جاء بعد الغزالی تاج الدین سبکی ؒ نے اس پر مزید یہ اضافہ کیا ہے الا ان یکون مثل الغزالی او فوق الغزالی حضرت ؒ کا ادراکِ نسبت یا ادراکِ کمالات درحقیقت ہم جیسے عقیدتمندوں کا منصب نہیں ہے اور نہ ان کے مریدین و تلامذہ اور جماعتی کارکنوں کے دائرہ علم میں ہے حضرت کی باطنی نسبت کا حق حضرت الامام الاہوری ؒ، حضرت قائد ملت مولانا مفتی محمود ؒ، قائد قافلہ مولانا یوسف بنوری ؒ، مفتی اعظم مفتی محمد شفیع ؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ ہی کو پہنچتا ہے۔

۱۸۵۷ء کے بعد دارالعلوم دیوبند کے قیام سے جس تعلیمی دینی روحانی اور اجتماعی تحریک کا آغاز ہوا تھا اس کے کئی انقلابوں اور دوروں کی تکمیل شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ، قائد ملت مولانا مفتی محمود ؒ، ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی اور قائد شریعت شیخ الحدیث، مولانا عبدالحق ؒ سے ہو کر بالآخر ۱۹۹۴ء میں حضرت درخواستی ؒ پر اس کی انتہاء ہو گئی ۱۸۵۷ء کے بعد اس کی ابتدائی کڑی حضرت نانوتوی ؒ تھے جس سے اس نئے دور کا آغاز ہوا، درمیانی کڑی حضرۃ شیخ الہند ؒ حضرت مدنی ؒ، حضرت تھانوی ؒ، حضرت عثمانی ؒ اور حضرت لاہوری ؒ تھے، مولانا مفتی محمود ؒ۔ مولانا ہزاروی ؒ اور مولانا عبدالحق ؒ بھی سلسلہ جہاد کی اہم کڑیاں تھیں، آخری کڑی حضرت درخواستی ؒ

تھے جو اپنے اسلاف کی طرح بزم علم و عرفان کی شمع روشن، محفل رشد و ہدایت کے صدر نشین میدان خدمت وسیاست کے شہسوار اور علم و عمل کی تمام خوبیوں سے آراستہ تھے الغرض خصائص و کمالات کی ایک دنیا تھی جو اس جسد خاکی میں سمٹ گئی تھی۔

انہیں مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی و شیخ الحدیث قائد شریعت حضرت مولانا عبدالحقؒ سے گہری محبت اور والہانہ تعلق خاطر تھا دارالعلوم کے یوم تاسیس سے وہ اس کی تعلیم و تعمیر، ترقی و کمال اور خدمات پر خوش ہوتے تھے، دارالعلوم کے سالانہ جلسوں میں عوارض و امراض کے باوصف شرکت کو سعادت سمجھتے تھے جامعہ حقانیہ کے فضلاء سے انہیں قلبی شغف تھا یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء جب ان کے ہاں دورۂ تفسیر کے لیے حاضر خدمت ہوتے تو پورے اہتمام اور ذاتی توجہ سے ان کے قیام و آرام کا اہتمام فرماتے ان کی خدمت و ضیافت کی بھرپور تاکید فرماتے، جامع مسجد دارالعلوم کی سنگ بنیاد کی تقریب میں دیگر ارباب دل اور اساطین علم کے ساتھ انہوں نے بڑے اشتیاق و محبت سے شرکت فرمائی تھی ــــ جب بھی ان کا صوبہ سرحد کا تبلیغی یا جماعتی دورہ بنتا تو دارالعلوم حقانیہ کے لیے خصوصیت سے وقت نکالتے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات و تبادلہ خیال ہوتا، دونوں کی والہانہ ملاقات اور باہمی مذاکرات ایک علمی و دینی اور روحانی کیف ہوتا، منظر دیدنی ہوتا، قرآن السعدین کے اس دلکش نظارے کا تصور اب بھی دل و دماغ کو عجیب فرحت و سرور بخشتا ہے۔ دارالعلوم کے طلبہ کو اپنے علمی اور روحانی ارشادات سے مستفیض فرماتے۔ مئی ۱۹۷۶ء کو دارالعلوم تشریف لائے تو اپنے خطاب میں یہ پیش گوئی کی کہ

"یہاں سے انشاء اللہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اسلامی انقلاب کی لہریں اٹھیں گی"۔

۱۹۷۷ء کے الیکشن میں جب اکابرین جمعیۃ کے اصرار پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ الیکشن لڑ رہے تھے مقابلہ میں وزیر اعلیٰ تھے تمام حکومتی مشینری اور انتظامیہ ان کے اشارۂ ابرو پر چلتی تھی بھٹو مرحوم کی پالیسی کے مطابق چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کو بہر صورت کامیاب کرانا تھا۔ ابتدائی مراحل میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے کاغذات کے داخل کرانے اور انہیں ریجیکٹ کرانے میں حکومت کے تمام حربے ناکام رہے مگر پھر بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جس کا دست قدرت ہر ووٹر کی ہر پرچی پر پہنچتا ہو ووٹ کی پرچیاں اس کی چیرہ دستیوں سے کس طرح محفوظ رہ سکیں گی اسی دوران مرد قلندر حضرت درخواستیؒ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، مولانا سمیع الحق مدظلہ کے کمرہ میں مراقبہ کیا اور کہا کہ میں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے مدمقابل وزیر اعلیٰ کو گدھے پر سوار بھاگتے ہوئے دیکھا ہے وہ فرار ہو گیا ہے، گدھے پر سواری ان کے آبائی پیشہ

خرکاری سے مناسبت تھی پھر ایسا ہی ہوا جو حضرت درخواستیؒ نے پیشین گوئی کی تھی ، تینوں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کامیاب تھے ، سرحد کے وزیراعلیٰ بُری طرح ناکام رہے جب بھٹو مرحوم نے ان سے وجہ دریافت کی تو کہنے لگے ، میرا مقابلہ تو پیغمبر سے تھا کس طرح جیت سکتا تھا ــــ اس طرح حضرت درخواستیؒ کی پیش گوئی پوری ہوئی ۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جب ایوان بالا سینٹ میں ۱۳ جون ۱۹۸۵ء کو شریعت بل پیش کر دیا تو آپ دارالعلوم تشریف لائے ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ان کی بیٹھک میں ملاقات کی اور اصرار کیا کہ مولانا سمیع الحق کو جماعتی کام کے لیے وقف کردیں ۔ اسی روز نمازِ جمعہ میں خطاب کے دوران فرمایا کہ مجھے لاٹھی دے کر یہاں بھیجا گیا ہے کہ شریعت بل کی مزاحمت کرنے والوں کو اس سے سیدھا کروں ۔

نجی محفل میں فرمایا کہ میں گھر سے مولانا سمیع الحق کی تلاش میں نکلا ہوں میں انہیں ڈھونڈ کر رہوں گا (اس موقع پر مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک میں موجود نہیں تھے) اللہ نے ان سے بڑا کام لینا ہے ، اہل حق کے موقف حقہ کی ترجمانی اور اہل علم کی آبرو کا سوال ہے ۔

پھر حضرت شیخ الحدیثؒ سے بہ اصرار کہا کہ آپ نے بیٹے کو اب جماعتی کام اور نفاذِ شریعت کی تحریک کے لیے وقف کر دینا ہے ۔

حضرت درخواستیؒ جو چاہتے تھے بحمد للہ وہی ہوا پورے ملک بلکہ پورے عالم میں شریعت بل کی تحریک سے نظام شریعت کی عظمتیں بلند ہوئیں اور چہار سو نظام اسلامی کی برکتوں کا چرچا رہا ۔

جب مینار پاکستان لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام ۴ مارچ ۱۹۸۷ء کو عظیم الشان تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں چاروں صوبوں سے علماء مشائخ ، اساطین علم اور ارباب علم و دانش نے شرکت کی تو حضرت درخواستیؒ نے مولانا سمیع الحق کو سٹیج پر بلا کر ان کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دے کر باطل قوتوں کے خلاف مزید برسرپیکار رہنے کے لیے اپنے بھرپور اعتماد اور کمال محبت و شفقت کا اظہار فرمایا اور پھر زندگی کے آخری لمحات تک اپنے اس عہد شفقت و عنائت کو نبھاتے رہے

وہ ہمہ صفت موصوف تھے ، خطیب مدبر ، روحانی پیشوا ، سیاست دان ، عالم دین ، غرض اس پیکر صدق و صفا میں خوبیوں کا اک جہاں آباد تھا سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک سچے اور عظیم مسلمان تھے انہوں نے اپنے عہد میں زندگی کے ہر شعبے کے افراد کو متاثر کیا مختلف الخیال اور متضاد طبیعتوں کے

حامل افراد کو مجتمع کرکے نہ صرف انہیں ہم خیال بنایا بلکہ ان کے قدم ان کے ہاتھ اور افراد واقوام ملا کر سرفروشوں اور بہادروں کا ایک قافلۂ جمعیۃ تشکیل دیا۔ مگر افسوس کہ اپنے خون سے علماء حق اور اہل دین کی جماعت حقہ کی آبیاری کرنے والوں اور متاع دین ودانش کی حفاظت کے لیے بڑھنے والوں کے سب خوابوں اور دل وجان کے سارے ولولوں، عظیم تاریخی کارناموں اور قربانیوں کو مفادات کی بھینٹ چڑھا دینے کی کوششیں کی گئیں۔

ان کی عظیم مساعی اور ان کا لازوال تاریخی کارنامہ حادثات کی پیداوار سیاسی مخلوق کے شب خون کا شکار رہا۔ اور جس مملکت کے قیام واستحکام اور جس ملت کے اتحاد وعروج کے لیے اور جس گلشن کی آبیاری کے لیے انہوں نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔ اس کے ضمیر فروش اور چھچھورے حکمرانوں تیرہ باطن تاریخ نویسوں، مفاد پرست سیاسی طالع آزماؤں، قلم فروش صحافیوں اور کرائے کے خود ساختہ رہنماؤں نے انہیں کنج عزلت میں دھکیل دینے کی مذموم کوششیں کیں مگر۔ ؎

فالخیل واللیل والبیداء تعرفنی
والسیف والرمح والقرطاس والقلم

حضرت درخواستیؒ کو زندگی کے آخری سالوں میں بہت سی نادیدنیوں اور ناخوشگواریوں سے گزرنا پڑا جس میں انہیں جماعتی انتشار، افتراق دھڑے بندیوں اور لادینی قوتوں کی سیاسی سازشوں کے المناک اور اندوہناک مناظر بھی دیکھنے پڑے۔

شاطر اور عیار حکمرانوں اور مغرب کے دالدادہ سیاست دانوں نے ہر ممکن حربے اور مکروفریب سے حضرت درخواستیؒ کو اپنے اکابر اور سلف صالحین کی سیاسی بصیرتوں اور رہنما خطوط سے ہٹا کر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں، اقتدار اور مفاد پرستانہ مغرب کی لادین سیاست کی راہ پر چلانے کے لیے سازشیں کیں، کئی تانے بانے بُنے دجل وفریب کا ہر داؤ پیچ کھیلا مگر حضرتؒ زندگی کے آخری سانس تک جس موقف پر قائم تھے قائم رہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت الامام الاہوریؒ، حضرت قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ، ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے دور میں جمعیۃ کے لیے جو دینی اور سیاسی لائحہ عمل منشور اور کام کے خطوط وضع ہوئے تھے اس پر وہ خود بھی چلتے رہے اور مقدور بھر جماعت کو بھی چلاتے رہے۔ جماعتی اتحاد اور ملی وحدت کے لیے سیاسی شہرتوں، جاہ ومنصب کی عظمتوں قیادت اور سربراہی کی سیادتوں اور صدارت وامارت کے

عہدوں کو آڑے نہیں آنے دیا خودشان بوذری لیے ہوئے تھے، پالیسی کی یقین دہانی پر وہ اِن تمام مناصب کو یکلخت ترک کردینے پر ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

بسا اوقات اپنے مہربانوں کے بھی پیہم ظلم وستم، بے وفائیوں اور چیرہ دستیوں کے باوصف، اپنی آزادی رائے، اپنے اقوالِ رشد وہدایت اور اپنے پیغام اور دعاؤں اور قولی وعملی جہاد سے اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے رہے مخالفت ومزاحمت کے طوفانوں میں چراغ حق جلائے رکھا۔ جس کی حقیقت افروز روشنیوں کے سامنے شرارِ بولہبی ہمیشہ دم توڑتے اور خائب وخاسر ہوتے رہے۔

حضرت درخواستی کی وفات سے ایک عہد اور ایک تاریخ اور ایک صدی کا خاتمہ ہوگیا ان کا سب سے بڑا کارنامہ ملک بھر میں دینی مدارس کا قیام واستحکام سرپرستی ومعاونت اور خاص کر جمیعۃ علماء اسلام کی تنظیم، تحریک قیادت، امارت اور سرپرستی ہے، الامام الاہوریؒ کی وفات سے لے کر اب تک جمیعۃ علماء اسلام نے ان کی رہنمائی قیادت اور امارت میں مؤثر کردار ادا کیا۔

انہوں نے ہر موڑ اور ملکی سیاست کے ہر مرحلہ میں جمیعۃ کی دینی سیاست اور اسلامی تشخص کو بچانے اور برقرار کے لیے بنیادی اور بھرپور کردار ادا کیا شریعت بل کی تحریک چلی تو دہ ہوا کے رخ میں بہنے اور لادین سیاست دانوں کے وطیرے اختیار کرنے کے بجائے بغیر کسی لومۃ لائم کے خوف کے اس کی حمایت ومنظوری اور اس کے حق میں تحریک چلانے کے موقف پر ڈٹ گئے۔ اسی مقصد کے حصول اور تکمیل کے لیے انہوں نے جمیعۃ کی قیادت کی نازک اور عظیم ذمہ داری کے لیے مولانا سمیع الحق کو منتخب کیا۔ پھر ان کا یہ تعلق مولانا کے انتخاب یا ان کو ذمہ داری سونپ دینے تک محدود نہیں رہا بلکہ وہ ہر میدان اور ہر محاذ پر مولانا کے ساتھ عملاً شریک رہے۔ متحدہ شریعت محاذ، جہاد افغانستان .... اسلامی جمہوری اتحاد، آل پارٹیز نفاذ شریعت کانفرنس، متحدہ علماء کونسل، تحریک نفاذ شریعت، متحدہ دینی محاذ۔ الغرض جناب مولانا سمیع الحق کے مختلف دینی وسیاسی اور اتحادی محاذوں کے سٹیج سے نفاذ شریعت کی جدوجہد پر نہ صرف خوش ہوتے رہے، بلکہ اپنی دعاؤں، توجہات اور شب وروز کی ہدایات اور پیغامات اور خطابات وبیانات میں اُن کی بھرپور تائید وحمایت بھی کرتے رہے اور تادم واپسیں اس موقف حق پر قائم رہے۔

الغرض مرد قلندر حضرت درخواستیؒ اسلام کی حقانیت کے ترجمان اور علمی و روحانی دنیا کا سرمایہ افتخار تھے ان کا بدل اور نظیر چراغ رخ کر ڈھونڈھنے سے بھی نظر نہیں آ ملے گا۔ کہ اس دور میں ایسے وسیع النظر، حق پرست اور اتحاد امت کے داعی علماء تو کیا ان سے بہت کم درجے کے اصحاب علم و دانش کا وجود بھی عنقا بنتا چلا جا رہا ہے حق تعالیٰ حضرت درخواستیؒ کو ان کی علمی اور روحانی عظمتوں کی طرح وہاں بھی بلند اور ارفع درجات سے نوازے اور ان کی برکات سے ان کی اولادِ صالح پسماندگان، متعلقین و متوسلین اور جماعتی کارکنوں کو سرفراز فرماوے۔

اللھم افض علیہ من شآبیب رحمتک وعفوک وادخلہ الجنۃ و استقبنا من علومہ وبرکاتہ۔ ۔ ۔ امین

(عبدالقیوم حقانی)

درس ترمذی شریف

افادات: حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ضبط: مولانا عبدالقیوم حقانی

نظام اکل وشرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذی کی جامع السنن کے کتاب الاطعمہ کے احادیث کی روشنی میں

گرے ہوئے لقمہ کے اٹھانے، برتن میں اطراف سے کھانے اور وسطِ طعام سے نہی فرمانے کی تعلیمات وہدایات اور مصالح وبرکات

باب ماجاء فی اللقمة تسقط

۱۔ عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اکل احدکم طعاماً فسقطت لقمته فلیمط ما رابه منها ثم لیطعمها ولا یدعها للشیطان

۲۔ وعن انسؓ کان اذا اکل طعاماً لعق اصابعه الثلث وقال اذا وقعت لقمة احدکم فلیمط عنها الاذیٰ ولیا کلها ولا یدعها للشیطان وامرنا ان نسلت الصحفة وقال انکم لا تدرون فی ای طعامکم البرکة

۳۔ قال ابوالیمان حدثتنی جدتی ام عاصم وکانت ام ولد لسنان بن سلمه قالت دخل علینا نبیشةُ الخیر ونحن ناکل فی قصعة فحدثنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اکل فی قصعةٍ ثم لحسها استغفرت له القصعة۔

ترجمہ ۱: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی کھانا کھاتا ہو اور لقمہ گر پڑے تو جو شک پیدا ہوا اسے دور کردے اور اٹھا کر کھالے اسے

شیطان کے واسطے نہ چھوڑے ۔

۲۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآبؐ جب کھانا کھا لیتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹتے نیز آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اس سے تکلیف دہ چیز دور کر دے اور کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور ہم لوگوں کو آپؐ نے حکم فرمایا کہ رکابی انگلیوں سے پونچھ لیا کرو اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے ۔

۳۔ حضرت ام عاصم رضؓ فرماتی ہیں کہ نبیشہ الخیر ہمارے پاس آئے اس وقت ہم ایک پیالہ میں کھانا کھا رہے تھے انہوں نے ہم سے ایک حدیث بیان کی کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو پیالہ میں کھا کر اسے چاٹ لے گا تو پیالہ اس کے لیے مغفرت کی دعا کرے گا ۔

جب لقمہ گر جائے

طعام اور لقمہ خدا کی ایک نعمت ہے جب گر جائے تو خدا کی نعمت سے بے نیازی، تکبر اور غرور نہیں کرنا چاہیئے ۔ بعض جگہ گھروں میں ہاسٹلوں میں اور مختلف ہوٹلوں میں دیکھا گیا ہے کہ طلبہ کھانا کھا لینے کے بعد اور ہوٹلوں میں قیام پذیر لوگ کھانا کھا لینے کے بعد روٹی کے ٹکڑوں کو گلی میں یا کوڑا کرکٹ یا گندی نالوں میں پھینک دیتے ہیں جو بعد میں پاؤں تلے روندے جاتے ہیں اور عام گندگی کے ساتھ جھاڑو میں صاف کیے جاتے ہیں یہ انتہائی بے نیازانہ اور متکبرانہ انداز ہے جو عقلاً مذموم ہے اور شرعاً ناپسندیدہ ہے ۔

ادب کا تقاضا یہ ہے کہ طعام اور روٹی کے بقیہ ٹکڑوں کو ایک طرف رکھے ہوئے کسی برتن میں جمع کیا جاتا رہے جو غلاظت نجاست کے عام ڈھیروں سے علیحدہ ہو اور جہاں ڈالنے ہوئے سوء ادب کا ارتکاب نہ ہوتا ہو ۔

فریب نفس اور وسوسۂ شیطان

بہر حال لقمہ جب گر جاتا ہے تو نفس پر اس کا اٹھانا بہت شاق گزرتا ہے شیطان وسوسے بھی ڈالتا ہے کہ لوگ کہیں گے یہ شخص بڑا بھوکا اور حریص ہے مگر یہ محض فریب نفس ہے جبکہ گرے ہوئے لقمے کا اٹھانا اللہ تعالٰی کے سامنے اپنے عجز، تواضع حاجتمندی اور بندگی اور شکر گذاری کا اظہار ہے ۔ اللہ تعالٰی اپنے بندے کے اس عمل کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ میرا یہ بندہ متکبر، جاہ پرست اور نفس پرست نہیں ہے بلکہ میری نعمتوں کا قدردان ہے ۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح

اذا اکل احدکم طعاما فسقطت ۔ حدیث میں اسقاط (گرانا) نہیں آیا ہے بلکہ مجرد کا صیغہ سقوط لایا گیا۔ مسلمان سے تو اسقاط (گرانے) کا تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ خود لقمے کو گرائے اور بے ادبی و بے احترامی کرے۔

بلکہ فسقطت (گرجانے) کے الفاظ آئے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ غیر ارادی طور پر لقمہ خود گر جائے غیر شعوری بے فکری میں بعض اوقات لقمے گر جاتے ہیں۔

فلیمط ما رابہ منھا ۔ جب لقمہ گر جائے تو لامحالہ اس کے ساتھ اس جگہ کی چیزیں بھی مخلوط ہو جاتی ہیں تو جو چیز طبیعت پر ناگوار ہو۔ تردد ہونے لگے ہوں، مٹی کے ذرات لگ گئے ہیں تو ان کو دور کر دو فلیمط اماطۃ سے ہے بمعنی دور کر دینے کے جیسا کہ اماطۃ الاذی عن الطریق ہے رابہ ریب سے ہے بمعنی شک اور تردد کے رابنی الشئ و ارابنی بمعنی شککنی کے آیا ہے۔ فرمایا دع ما یریبک الی ما لا یریبک جو چیز تمہیں تردد اور تذبذب میں ڈالتی ہے اس کو ترک کر دو اور جس میں تردد نہ ہو شرح صدر ہو اسے اختیار کر لیا کرو اور مسلم کی روایت میں ہے فلیاخذھا فلیمط ما کان بھا من اذی ثم لیطعمھا ۔ پھر جھاڑ پھونک کر صاف ستھرا کر کے اس کو کھالے مسلم کی روایت میں لیا کلھا کے الفاظ منقول ہوئے ہیں۔ مگر اس کے یہ معنی بھی نہ سمجھیں چاہئیں کہ اگر لقمہ کسی گندی جگہ پر گر پڑے اور طبیعت بھی نہ مانے تو اسے بھی خواہ مخواہ اٹھا کر کھالے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر صاف ستھرا رہے کھانے کے قابل ہو تو ایسا کرے ورنہ نہیں۔

امام نوویؒ بھی یہی فرماتے ہیں فی الحدیث استحباب اکل اللقمۃ الساقطۃ بعد مسح اذی یصیبھا ھذا اذا لم تقع علی موضع نجس فان وقعت علی موضع نجس تنجست ولا بد من غسلھا ان امکن فان تعذر اطعمھا حیوانا ولا یترکھا للشیطان ۔

شیطان کے لیے نہ چھوڑنے کا مطلب

ولا یدعھا للشیطان جب گرا لقمہ نہ اٹھایا نعمت کی بے قدری کی تو وہ متروکہ نوالہ اور ساقط شدہ حصہ شیطان کا حصہ بن گیا اور عبارت اپنے ظاہر پر ہے شیطان کے کھانے کے لیے نہ چھوڑے، وجہ اس کی یہی ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے شیطان کی خوراک

اور ذریعہ مسرت ہر وہ چیز ہے جس میں ترکِ سنت اور معصیت اور کفرانِ نعمت کا ارتکاب ہوتا ہو یہ ساقط شدہ اور متروکہ طعام شیطان کا محبوب بن جاتا ہے کہ مکھی کی طرح وہ گندگی کو پسند کرتا ہے علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ عام حالات میں اس لقمہ کے اٹھانے اور کھانے سے تکبر اور غرور مانع بن جاتا ہے و ذالک من عمل الشیطان اور یہ کبر و غرور شیطان کے اعمال سے ہے اس کی حکمت ظاہر ہے کہ اس میں نعمت کا ضائع کرنا ہے اور کھانے کی حقارت بھی، پھر کفار و منکرین کی مشابہت بھی تو ہے کہ متواضعین کی شان تو یہ ہے کہ وہ تواضع و انکسار اختیار کریں۔

یا مطلب یہ ہے کہ شیطان کی وجہ سے یہ کام نہ کرو یعنی تمہیں جو یہ وسوسہ لگا ہے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ شخص بھوکا ہے حریص ہے وغیرہ وغیرہ یعنی تم جو یہ گرا ہوا لقمہ ترک کر رہے ہو اور اس کے اٹھانے اور کھانے میں عار محسوس کرتے ہو اس کی وجہ خالصتہً شیطانی وساوس ہیں لاجل وساوس الشیطان ۔ شیطانی وساوس اور شیطانی خیالات کی وجہ سے اسے ترک نہ کرو بلکہ کھالو۔ امام طیبیؒ کی مراد بھی یہی ہے۔

پلیٹ صاف کرنے کی ہدایت

وامرنا ان تسلت الصحفة وقال انکم لا تدرون فی ای طعامکم البرکہ ۔

فرمایا کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بھی دیا کہ ہم طعام کی پلیٹ کو صاف کر لیا کریں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک بڑے دسترخوان پر دسیوں قسم کے کھانے چنے گئے ہیں سب کا کھایا جانا ممکن ہی نہیں اور حکم ہے کہ سب کو صاف کرو یا بہت بڑا طشت بھرا ہوا ہے اور اسکو خواہ مخواہ صاف کرنے کا حکم ہے۔ بلکہ مراد وہ پلیٹ ہے جس کا کھانا کھانے والوں کیلئے کفایت کرے جب کھانا کھالیا تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو صاف کرے۔

اب یہ بھی رواج بن چکا ہے کھانا کھالیا جب ایک دو نوالے رہ گیا تو چھوڑ دیا بسکٹ کی پلیٹ ساری ہڑپ کی آخر میں ایک دو بسکٹ یا ٹوٹے ہوئے بسکٹ کے اجزاء چھوڑ دیئے۔ تو لامحالہ یہ بقیہ طعام ضائع ہوگا گندگی میں پھینکا جائے گا۔ جب اسے کوئی کھائے گا نہیں جو سڑ کر بدبودار ہو جائے گا یا نالی میں پھینک دیا جائے گا لہٰذا حکم دیا گیا کہ پلیٹ کو صاف کرلو ایک دو نوالوں کے کھانے سے کچھ نہیں ہوتا، پلیٹ کو صاف کرلو، انگلیوں سے چاٹ لو کہ خدا کی نعمت ہے اس کی قدر یہی ہے کہ اسے اشتیاق اور احترام اور نیازمندی کے ساتھ کھایا جائے۔ اگر دسترخوان بڑا ہے یا پلیٹ اس طرح بھری ہے جو کھانے والے کی کفایت سے بڑھ کر ہے تو وہاں

حکم یہ ہے کہ بقدر حاجت کھا لیا جائے باقی اوروں کے استعمال کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

سلت اور صحفہ

نسلت الصحفة مراد نسحقہا ہے یہ نصر ینصر کے باب سے ہے جب بقیہ طعام کا تتبع کیا جائے تو اسے سلت کہتے ہیں ای نتتبع ما یقی من الطعام، صحفۃ بڑی رکابی کو کہتے ہیں۔ امام کسائی فرماتے ہیں سب سے بڑی رکابی کو جفنۃ کہتے ہیں اس کے بعد قصعہ ہے جس میں دس آدمیوں کا کھانا آسکتا ہے پھر صحفہ ہے جس میں پانچ آدمیوں کا کھانا سما سکتا ہے پھر میکلہ ہے جس میں دو یا تین آدمی کھانا کھا سکتے ہیں اس کے بعد صُحیفہ ہے جس سے ایک آدمی بسہولت سیر ہوتا ہے۔

دخل علینا نبیشۃ الخیر یہ نبیشۃ الخیر صحابی ہیں الہذلی ہیں مگر قلیل الحدیث ہیں نیکی کی وجہ سے سراپا خیر ہی لقب بن گیا۔

طعام کا برتن اپنے صاف کرنے والے کیلئے دعا کرتا ہے

قال من اکل فی قصعۃ ثم لحسہا۔ صاف کرلیا، انگلیوں پر یہ تواضع احترام و تعظیم طعام اور اس کے تلف ہونے سے صیانت و حفاظت کا عمل ہے جس پر اس کے لیے قصعہ استغفار کرے گا۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر دانی کی اور رب کریم کے سامنے اپنے عمل سے اپنی محتاجی کا اظہار بھی کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا تھا رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ پروردگار تو جو کچھ مجھے عطا فرمائے میں اس کا محتاج ہوں۔ اعمال کے اطراف (برتن) بھی خوش ہوتے ہیں دعا کرتے ہیں، یہ اطراف عام ہیں برتن ہو، مسجد ہو، میز اور کرسی ہو، تپائی ہو، جائے نماز اور پلیٹ ہو، سبیل یا پانی کی نالی ہو سب دعا کرتے ہیں۔ ان اشیاء کی قدر دانی یہ ہے کہ ان کو اپنے محل اور مصرف میں استعمال کیا جائے اور اگر غیر محل میں استعمال کیا ہے .... تو یہ ناشکری ہے بے ادبی ہے، تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کے صحیح جائز محل میں استعمال کرنا شکر ہے اور غلط مصرف یا تی غیر محلہ استعمال کرنا کفران نعمت اور ناشکری ہے۔

اسی طرح آنکھوں پر جائز چیزیں دیکھنا شکر گذاری ہے ممنوعات اور محرمات دیکھے گا تو ناشکری ہوگی ناقدری ہوگی اور گناہ ہوگا۔ زبان سے جھوٹ، کذب، غیبت اور فحش بولتا ہے تو گناہ ہے کفران ہے، ذکر استغفار، تلاوت، تبلیغ، تدریس اور سچائی، اقوال خیر ہیں تو یہ شکر گذاری ہے، اسی طرح برتن کا استعمال اور پھر صاف کرنا تعظیم طعام اور نعمت کا شکریہ ہے۔

استغفارِ ظرف حقیقت یا مجاز

تو برتن استغفار کرتا ہے یہ حقیقت پر محمول ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں (وان من شئ الا یسبح بحمدہ) کائنات کا ذرہ ذرہ تسبیح خوان ہے۔ ہر چیز خواہ وہ زمین ہے یا آسمان اشجار و احجار ہیں قلم و کاغذ ہیں اور پلیٹ و برتن طعام و خوراک ہیں سب نیکی کے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور حقیقتاً اعمال خیر کے مرتکب کے لیے استغفار کرتے ہیں، بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ کھانے والے سے اس برتن میں تواضع، احترام و تعظیم طعام، قدردانی اور تشکر کے اعمال کا ظہور ہوا ہے یہ ایسے اعمال ہیں جو مرتکب کے لیے ذریعہ مغفرت بنتے ہیں فاضاف الی القصعۃ لانہا کالسبب لذالک۔ تاہم اس میں حمل علی الحقیقۃ واضح اور متعین ہے لہٰذا حمل علی المجاز کے تکلفات زیادہ موزوں معلوم نہیں ہوتے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسے حقیقت پر حمل کیا ہے

شیاطین بھی اللہ کی مخلوق ہیں جو اکثر اوقات انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں مگر انسان ان کو کم دیکھ سکتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں جو کچھ ہمیں بتایا ہے وہ خالص وحی اور علم الٰہی کی بنیاد پہ ہے جو بالکل سچ اور حق ہے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی ان کا مشاہدہ بھی ہو جایا کرتا تھا جس طرح ہم اس دنیا میں مادی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں یہی مضمون آیا ہے لہٰذا ایسی تمام روایات جن میں کھانے کے وقت شیاطین کے شریک ہونے (جب اللہ کا نام نہ لیا جائے) یا گرے ہوئے لقمے میں شیطان کا حصہ ہو جانے کا ذکر ہے ان کو مجاز پر محمول کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اسی حدیث کی شرح میں حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ ایک روز ہمارے ایک دوست (جو ان کے شاگرد ہوں گے یا مرید) ہمارے ہاں آئے تو ان کے لیے کھانا لایا گیا وہ کھانا کھا رہے تھے کہ ان کے ہاتھ سے ایک ٹکڑا گر گیا اور لڑھک کر زمین پر چلا گیا جو لوگ وہاں موجود تھے اور اس تماشے کو دیکھ رہے تھے انہیں اس پر بہت تعجب ہوا۔ بہرحال جو صاحب کھانا کھا رہے تھے انہوں نے خوب کوشش کی اور لڑھکتے ہوئے ٹکڑے کو پکڑ کر اپنا لقمہ بنالیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اس کا مزید پس منظر یہ بیان کیا کہ چند روز بعد جب کسی آدمی پر ایک جنی شیطان مسلط ہو گیا اور اس آدمی کی زبان سے باتیں کیں تو اس نے ہمارے اس دوست

کانام لے کر کہا کہ فلاں شخص ایک مرتبہ کھانا کھا رہا تھا میں بھی اس کے پاس پہنچ کر اس کے ساتھ شریک ہوگیا مجھے وہ کھانا بہت لذیذ اور پسندیدہ لگا مگر وہ شخص مجھے کھلانے پر آمادہ نہ تھا بالآخر میں نے وہ کھانا اس کے ہاتھ سے اُچک لیا اور گرا دیا مگر اس نے پھر مجھ سے چھین لیا اور اپنا نوالہ بنا لیا

حضرت محدث دہلویؒ نے ایک دوسرا واقعہ اپنے ہی خاندان کے افراد کا بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے خاندان کے کچھ افراد گاجریں کھا رہے تھے، ایک گاجر ان سے گر گئی تو ایک آدمی جلدی جھپٹا اور گری ہوئی گاجر اٹھا کر کھالی جب کچھ وقت گذر گیا تو اس شخص کے پیٹ میں سخت درد اٹھا اور سینہ میں بھی درد شدت اختیار کر گیا اس کے بعد اس پر شیطان کا اثر ہوگیا اور جن اس پر مسلط ہوگیا تو جن نے اس آدمی کی زبان میں بتایا کہ اس شخص نے میری گاجر اٹھا کر کھالی تھی بہرحال اس قسم کے واقعات بہت ہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے ان واقعات کے بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس قسم کے روایات جن میں شیاطین کے کھانے پینے میں شرکت اور ان کے افعال و اعمال اور تصرفات کا ذکر آیا ہے مجاز کے قبیلہ سے نہیں ہیں بلکہ بہ حقیقت پر محمول ہیں جو کچھ بھی اِن روایات میں بتایا گیا ہے وہ حقیقت ہے۔

باب ماجا فی کراھیۃ الاکل من وسط الطعام

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان البرکۃ تنزل وسط الطعام فکلوا من حافتیہ ولا تاکلوا من وسطہ

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برکت کھانے کے بیچ والے حصہ میں اترتی ہے اس لیے برتن کے کناروں سے کھاؤ۔ بیچ میں سے نہ کھاؤ۔

اطراف سے کھانے کی ترغیب اور وسطِ طعام سے کھانے سے نہی

واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ثرید سے بھری ہوئی ایک لگن لائی گئی آپؐ نے لوگوں کو اس میں شریک فرمالیا جب لوگ کھانے لگے تو آپؐ نے یہ ہدایات جاری فرمائیں کہ اس کے اطراف سے کھاؤ اور بیچ میں ہاتھ نہ ڈالو کیونکہ برکت بیچ میں نازل ہوتی ہے۔

سنن ابی داؤد میں بھی یہ روایت مذکور ہے مگر اس میں ثرید کے واقعہ کا ذکر نہیں ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔

اذا اکل احدکم طعاماً فلا یاکل من اعلی القصعة ولکن یاکل من اسفلها فان البرکة تنزل من اعلاها

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اسے چاہیئے کہ طباق کے بالائی حصہ سے (یعنی وسط سے) نہ کھائے بلکہ نیچے والے حصہ (یعنی کنارے) سے کھائے کیونکہ برکت بالائی حصہ سے اترتی ہے ۔

عمرو بن ابی سلمہ کو کھانے کے تین آداب کی تعلیم

عمرو بن ابی سلمہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش تربیت میں تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ بچپنے میں اس زمانہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ساتھ ایک ہی پلیٹ میں کھانا کھلاتے تو میرا ہاتھ پلیٹ میں ہر طرف چلتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا اور سکھایا کہ بسم اللہ پڑھ کے کھانا کھایا کرو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمِّ اللہ و کل بیمینك و کل مِمّا یلیك بخاری اور مسلم کی اس روایت میں کھانے کے تین آداب بیان کیے گئے ہیں (۱) آغاز میں بسم اللہ پڑھنا (۲) داہنے ہاتھ سے کھانا اور (۳) اپنی طرف اور اپنے سامنے سے کھانا ۔

مقصد حدیث باب کی تائید میں وسط میں برکت کے نزول کا استدلال ہے کل مما یلیك کہ وسط آخر تک باقی رہے کہ وہ نزول برکت کا مہبط ہے خیر الامور اوسطها لہٰذا برکت بھی دیر تک اور کھانے کے آخر تک باقی رہے گی ۔

بہر حال اس باب میں بھی وہی برکت کی بات ہے جب ایک قصعہ یا دستر خان پر کئی آدمی بیٹھے ہیں تو ہر آدمی چاروں طرف ہاتھ نہ مارے اپنے سامنے کھائے ہر طرف ہاتھ مارنے میں کراہیت اس وجہ سے آتی ہے کہ اس میں اولاً تو بداخلاقی ہے ثانیاً یہ دوسروں کی ایذاء کا سبب ہے اور ایذاء مسلم حرام ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس طرح کی حرکت حرص پر دلالت کرتی ہے ۔

البرکة

برکت دراصل ایک خدائی امر ہے هو وقوع الخیر الالٰهی فی الشیئ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ادراک اور احساس ہوتا تھا ۔۔۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدۃً یہ محسوس فرماتے تھے کہ برکت براہِ راست کھانے کے وسط میں نازل ہوتی ہے پھر اس کے اثرات اور ثمرات کھانے کے اطراف و جوانب کی طرف پھیلتے ہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاکید فرماتے ہیں کہ کلوا من جوانبھا طعام برتن کے کناروں سے کھاتے رہیں درمیان میں ہاتھ نہ ڈالیں ۔ مادیت اور ریب و تردد کے اس دور میں ان برکات کا انکار وہی کر سکتے ہیں جو نفاق اور باطنی کدورت کے مریض ہوں ورنہ برکات کے نزول میں اللہ تعالیٰ کا قانون اب بھی وہی ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے دور میں تھا مگر یقین، ایمان اور اسی بنیاد پر استحقاق شرط ہے۔

حافتین سے مراد

فکلوا من حافتیہ حافہ جانب کو کہتے ہیں حافہ زبان کے کنارے کو بھی کہتے ہیں حافتین یعنی دو کنارے، یہ لفظ تثنیہ ہے مراد اطراف ہیں خصوص تثنیہ مراد نہیں ایک روایت میں فکلوا من جوانبھا کی تصریح ہے سیوطی کی جامع صغیر میں فکلوا من حافاتہ اور ابن ماجہ کی روایت میں فخذوا من حافتہ کے الفاظ منقول ہوئے ہیں۔

امام رافعیؒ اور امام غزالیؒ کے ارشادات

ولا تاکلو من وسطہ امام رافعیؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ثرید کے درمیان اور وسطِ طعام سے کھانا مکروہ ہے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ روٹی کے درمیان سے بھی نہ کھائے بلکہ اولاً اس کے کناروں سے نوالے توڑے اس کی وجہ بھی یہی حدیث ہے جس میں وسط طعام سے کھانے کی نہی ہے۔ (بقیہ صـ۵۶ سے)

ترجمہ: ابن ہشام نے اعراب کے موضوع سے متعلق اپنی کتابوں کے ذریعہ ہمارے سامنے ایک ایسی نوع درس کو پیش کیا ہے جس کا اہل ان کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا، وہ اہل زبان کے لیے ایسی تصنیف منظر عام پر لائے ہیں جس کے لیے جب بھی اس کا تذکرہ کیا جائے آنکھیں بچھائی جائیں گی، اس کا نام انہوں نے مغنی اللبیب رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ تمام لوگ اسکے محتاج اور ضرورت مند ہیں۔

(بقیہ صـ۲۹ سے) OF PASHAWAR" NO (JANUARY 1964)

الزبیر کتب خانہ نمبر (۱) بہاولپور اردو اکیڈمی ۱۹۶۷ء اسلامی کتب خانے تاریخ کے آئینے میں۔ کتاب ماہنامہ (اگست ۱۹۸۳ء) شمارہ ۱۰/ ۱۶ سے ۱۵-۱۷ اکرم کامل مترجم ایران میں اشاعت و طباعت۔ کتاب ماہنامہ (شمارہ ۳ جنوری ۱۹۸۲ء) صـ۲۶ محمد زبیر الحاج۔ اسلامی کتب خانے۔ دہلی مکتبہ برہان۔

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

مولانا عبدالقیوم حقانی

قاہرہ کانفرنس میں وزیر اعظم کی تقریر

ستمبر کے آغاز میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام قاہرہ میں بہبود آبادی (خانہ بربادی) کانفرنس منعقد ہوئی تمام دنیا اور عالم اسلام پر اقوام متحدہ' امریکہ اور ملت کفر کے مذموم عزائم آشکارا ہوئے مغربی تہذیب اور مغربی تمدن دانکار کے امام اب اس پر تلے ہوئے ہیں کہ مسلم معاشرہ جو ایک مضبوط عائلی نظام پر قائم ہے جس میں فی الحال قرآن وسنت پر یقین، منصب نبوت پر اعتماد، نظام اسلامی کی برکتوں پر ایمان کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہیں جگہ جگہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اعلاء کلمۃ الحق کا کام جاری ہے اسلامی غیرت و اخلاقی حس قدرے زندہ ہے وہ چاہتے ہیں کہ مسلم ممالک اور مسلم معاشرہ میں بھی وہ تمام جنسی اور شہوانی برائیاں پھیلا دی جائیں جس نے یورپی تہذیب اور یورپی معاشرہ کو متعفن کر دیا ہے جس کی سڑاند سے پورا عالم کراہ رہا ہے وہ چاہتے ہیں کہ خود تو ہم ڈوب رہے ہیں اہل اسلام کو بھی بہرصورت لے ڈوبیں وہ بہبود آبادی کے نام پر مسلسل اسلامی عقائد و نظریات، نظام اسلامی کی تعلیمات و ہدایات اور مسلم معاشرہ کے اقدار و اخلاق پر مسلسل کاری ضربیں لگا رہے ہیں وہ پوری مسلم دنیا میں جنسی آزادی، بے حیائی اور ننگے تمدن کا لائسنس جاری کر دینا چاہتے ہیں۔

قاہرہ کانفرنس میں پاکستان کی وزیر اعظم نے مسلم معاشرہ کی ترجمانی کی ہے اور آواز بلند کرنے کی حد تک "واقعتہ" آواز بلند کی ہے؟ مگر کیا وہ خود بھی اس پر یقین رکھتی ہیں۔

جو چیز اُن کے دست قدرت سے باہر تھی جہاں ان کی رائے تو سنی جا سکتی تھی مگر حکم نہیں مانا جا سکتا تھا، ان کی پالیسی نہیں چل سکتی تھی وہاں تو آواز بلند کر چکیں اور یہ بتایا کہ مسلم معاشرہ کی سب سے بڑھ کر خیر خواہ وہی ہو سکتی ہیں اور یہ کہنا بھی سو فی صد درست ہے کہ پاکستان میں دینی قوتوں کے اثرات اور ایک مؤثر آواز کے پیش نظر حکمران ایسا کرتے اور کہنے پر مجبور بھی ہوتے ہیں، لیکن وہاں جہاں وزیر اعظم کے اشارۂ ابرو سے نظام میں تبدیلی آتی ہو، جہاں ان کا حکم چلتا ہو، ان کی پالیسی نافذ ہوتی ہو، ان کی آواز کا وزن ہو "عملاً" یہ اقدام کیوں نہیں کیا جاتا قاہرہ کانفرنس میں ایک صدا تھی۔

جو صدا بصحراء کا مصداق کیسی بن سکتی ہے مگر پاکستان میں عمل تو کجا ، تا ہنوز صدا بھی سننے میں نہیں آئی نہ حزب اقتدار کی طرف سے نہ حزب اختلاف کی طرف سے ، حیرت ہے کہ قاہرہ کانفرنس میں اس قدر بلند و بانگ آواز کے باوصف پاکستان میں وزیراعظم شعوری طور پر یا سیاسی مصلحت کے نتیجے میں یا آقایان ولی نعمت کی خوشنودی کے لیے وہ اس تہذیب و ثقافت کو فروغ دینے میں لگی ہوئی ہیں جس کو انہوں نے عالم اسلام کے خلاف سازش قرار دیا بس کا دین ، اسلام اخلاق اور مشرقی روایات سے کوئی تعلق نہیں پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کی قاہرہ کانفرنس سے آنکھیں کھل جانی چاہئیں ہمارے اندر اسلامی اخلاق اور عقائد و نظریات اور اعمال کا جوہر جس قدر مضبوط ہو گا اسی قدر مغرب کی زوال آمادہ اقوام ہماری آواز کی طرف لپکیں گی ۔

لہٰذا پاکستان کی وزیراعظم کو بھی اپنی صدا کو بصحراء کرنے کے بجائے عملاً پاکستان میں بہبود آبادی کے تمام تر مذموم منصوبے بیک جنبش ختم کر دینے چاہئیں تاکہ دنیا اور خود اہل پاکستان کو یہ باور کرایا جا سکے کہ جو کہا جا رہا ہے وہ محض لیپا پوتی ، ساز باز ، ظاہر و باطن کا تفاوت ، عملی و قولی منافقت ، اور سیاست بازی نہیں ایک حقیقت ہے ، ایک سچائی ہے جسے اپنے ملک میں عملاً برت کر دکھایا جا رہا ہے کہ ہم جو زبان سے کہتے ہیں عمل سے برت کر اسے سچا کر دکھاتے ہیں نیز بیرونی دنیا کے کسی بھی ملک یا فرد کو یہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو سکے گی کہ بین الاقوامی فورم پر جس چیز کی مذمت کی جا رہی ہے اپنے گھر میں اسے برتا اور سجایا اور اپنایا جا رہا ہے ۔

حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

اعدائے اسلام کی عیاری ــــ عالم اسلام کی بے بسی

اسلامی ممالک کو اقوام متحدہ سے اپنی وابستگی ختم کر دینی چاہیئے

برطانیہ میں ایک سو سے زائد سیاسی سماجی مذہبی اور دیگر تنظیموں کے سربراہوں نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر بطرس غالی سے مطالبہ کیا ہے کہ اقوام متحدہ اگر بوسنیا کے مسلمانوں کو بچانے میں ذرا بھر دلچسپی رکھتی ہے تو اسلحہ کی ترسیل کی پابندی ختم کی جائے تا کہ وہاں کے مسلمان اپنا دفاع کر سکیں ..... بطرس غالی سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ اقدامات پر عمل نہیں کرا سکتے اور مسلمانوں کا قتل عام بند نہیں کراتے تو ان کے اور ان کے عملہ کے لیے باعزت طریقہ یہ ہے کہ وہ مستعفی ہو جائیں۔ (جنگ لندن ۲۷/ اپریل)

ایک اور خبر کے مطابق ملائیشیا کے وزیر اعظم مہاتر محمد نے مطالبہ کیا ہے کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اپنے منصب سے فوراً مستعفی ہو کر فوری طور پر اقوام متحدہ سے علیحدہ ہو جائیں کیونکہ وہ بوسنیا میں سرب جارحیت کو محدود یا ختم کرنے میں قطعی طور پر ناکام رہے ہیں۔ (آواز لندن ۲۰/ اپریل ۹۴ء)

گذشتہ ڈھائی سال سے بوسنیا کے مسلمانوں پر جو قیامت توڑی گئی ہے اور ظلم و ستم قتل و غارت گری سفاکی و درندگی کا جو کھلے عام مظاہرہ ہوا ہے اسے دیکھ کر کون نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اعدائے اسلام بالخصوص مغربی قوتوں کی سازش ہے۔ جس دن سے بوسنیا کے مسلمانوں کو آزادی ملی ہے شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا ہو جس میں بوسنیا کے مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا ہو۔ سرب اور کروٹس کو بھی آخر آزادی ملی ہی تھی لیکن وہ پورے اطمینان کے ساتھ بوسنیا پر بمباری اور گولہ باری کرتے رہے اور بوسنیا کے مسلمان آزاد ہوتے ہی ان بموں اور گولیوں کا نشانہ بنتے رہے۔ مسلمان خواتین کی اجتماعی طور پر عصمت دری ہوتی رہی۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو محض اس لیے گولیوں کا نشانہ بنایا گیا کہ آئندہ مسلمان مجاہد کے طور پر سامنے آنے کے قابل نہ رہیں۔ بجلی اور پانی کی لائنیں منقطع کر دی گئیں۔ پورے پورے محلے کو آگ لگا دی گئی اور گھروں میں خوفزدہ مسلمان خاندان کو گولی مار کر جلا دیا گیا۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ اخبارات اور ٹی وی ان خوفناک مناظر کو بار بار دکھاتے رہے مگر مجال ہے کہ کسی یورپی حکمران اور نام نہاد تہذیب یافتہ قوموں کے ماتھے پر بل آئے ہوں۔

بوسنیا کے مسلمانوں نے اپنے دفاع کے لیے ہتھیار حاصل کرنے کی کوشش کی ۔نتیجہ یہ نکلا کہ اقوام متحدہ کے ذریعہ اسلحہ پر پابندی لگا دی گئی ۔جس کا مقصد یہ تھا کہ سرب اور کروٹس مسلسل حملے کرتے رہے ۔اور مسلمان ان درندوں کی درندگی کا نشانہ بنتے رہیں ۔اسلحہ پر پابندی کا اثر سب سے زیادہ بوسنیا کے مسلمانوں پر پڑا بلکہ یوں کہنا بجا ہوگا کہ پابندی صرف اسی لیے لگائی گئی کہ مسلمانوں کو بزور قوت ختم کیا جاسکے) سرب فوجوں کے پاس اسلحہ کے کارخانے موجود ہیں ۔سابق یوگوسلاویہ کے کثیر تعداد میں اسلحے ان کے پاس تھے ۔جب کہ مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنے کی اجازت تک نہیں تھی ۔خود امریکی صدر بل کلنٹن نے سی این این کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں ایک سوال کے جواب میں اس بات کا اعتراف کیا کہ بوسنیا کے مسلمانوں نے اس فیصلے سے کافی نقصان اٹھایا کیونکہ سرب کے پاس اسلحہ کی کمی نہیں تھی مسلسل اسلحہ مل رہا تھا ۔جب کہ مسلمانوں کے پاس نہایت کم مقدار میں اسلحہ تھا اور اس پابندی کے بعد انہیں کہیں سے بھی اسلحہ ملنا ناممکن بات تھی ۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عالمی برادری بالخصوص نام نہاد مہذب یافتہ یورپی حکومتوں نے پوری ڈھٹائی کے ساتھ سربوں کے ہاتھ کھول دیئے ۔یہ درندے بوسنیا ہرزگوینا کی اینٹ سے اینٹ بجاتے رہے ۔فضائی راستے سے ان پر بمباری کی گئی ۔جدید اسلحہ اور ٹینک کے ذریعہ مسلسل حملے ہوتے رہے ۔اور چاروں طرف سے بوسنیا کا محاصرہ کر دیا گیا ۔یہی حال بوسنیا کے دوسرے شہر موستار کے ساتھ ہوا ۔بوسنیا کے مسلمان حکمران اور عوام چیختے چلاتے رہے ۔مدد کے لیے یورپ کو آواز دیتے رہے ۔اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں بار بار درخواست دی گئی کہ ان درندوں کے خلاف کاروائی کی جائے ۔اور بوسنیا کے مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے کوئی مستقل لائحہ عمل طے کیا جائے ۔لیکن افسوس صد افسوس کہ سلامتی کونسل صرف قرارداد پاس کرتی رہی ۔نہ خود میدان عمل میں آنے کے لیے تیار تھی نہ مسلمانوں کو دفاع کا حق دینے کے لیے راضی ۔ جب بھی اسلحہ پر سے پابندی اٹھانے کا مطالبہ کیا گیا تو امریکی صدر ہوں یا روسی صدر برطانوی حکمران ہوں یا کوئی اور ۔ہر کوئی یہی بہانہ کرتا رہا کہ اس سے خانہ جنگی میں مزید اضافہ ہوگا ۔پوری دنیا دیکھ رہی تھی کہ یہ یک طرفہ کاروائی ہے ۔لیکن نہ اسلامی حکمرانوں کو اس کی توفیق ہوئی کہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں نہ نام نہاد مہذب قوموں نے اپنی روش بدلی ۔

مغربی قوتوں کا جب منصوبہ مکمل ہوگیا ۔بوسنیا کے مسلمانوں کو دنیا بھر کے مسلمانوں سے الگ کر دیا گیا ۔ پوری دنیا کے مسلمانوں نے بوسنیا کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم اور اعدائے اسلام کی سازشوں کی تکمیل دیکھ لی ۔تب جاکر یہ فیصلہ کیا گیا کہ سرائیوو کا محاصرہ ختم کیا جائے بصورت دیگر ان (سربوں) پر حملے کیے جائیں گے ۔فیصلہ یہ نہیں کیا گیا کہ چند گھنٹوں میں سرب فوجوں کو محاصرہ ختم کرنا ضروری ہے بلکہ اس کے

لیے کم از کم دس پندرہ دن کی مہلت دی گئی تاکہ سرائیوو پر جس شدت کے ساتھ حملے کیے جا سکتے ہیں کر دیئے جائیں ۔ چنانچہ سرب فوجی سربراہوں نے ان دس پندرہ دنوں میں جس درندگی کا مظاہرہ کیا ہے، اسے مشرق و مغرب نے کھلی آنکھوں دیکھا ۔ پندرہ دن کی مدت گذرنے کے باوجود سرب فوجی اور ان کے ٹینک مقررہ مقام سے باہر نہ نکلے ۔ کبھی موسم کا بہانہ کبھی پٹرول نہ ہونے کا بہانہ اور کبھی ٹینک کی خرابی کا بہانہ ۔ (حالانکہ اصولی طور پر اقوام متحدہ اور ناٹو کی ذمہ داری تھی کہ ان تمام اسلحہ کو تباہ کر دیا جائے جو مقررہ مقام کے اندر موجود ہوں) بلکہ اخبارات اور عالمی ذرائع ابلاغ اس بات کے گواہ ہیں کہ سرب فوجیوں نے جن ہتھیاروں کو اقوام متحدہ کی فوج کی نگرانی میں دیا تھا وہ بھی ان سے دوبارہ حاصل کر لیا اور اقوام متحدہ کی فوج ان کا بال بیکا تک نہیں کر سکی ۔

سرائیوو کے بعد بوسنیا کا دوسرا بڑا شہر گوراژدہ مغربی سازش کا نشانہ بنا ۔ گو کہ اسے اقوام متحدہ نے محفوظ علاقہ قرار دیا تھا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اپنے سر لی تھی ۔ لیکن یہ بات بھی مسلم ہے کہ سلامتی کونسل اور ناٹو (NATO) نے سربوں کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ پورے بوسنیا میں جنگ بندی کر دی جائے بلکہ کہا تھا کہ سرائیوو کا محاصرہ ختم کر دیا جائے ۔ جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اگر سرب بوسنیا کے کسی اور شہر کو تباہ کرنا چاہیں تو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور ناٹو کے فیصلے کی خلاف ورزی شمار نہیں کی جائے گی ۔ چنانچہ سرب فوجوں نے سرائیوو سے نکلتے ہی گوراژدہ کا محاصرہ کیا اور اس پر کیمیائی ہتھیاروں کی بارش کر دی (جس کے نتیجے میں ہزاروں مرد و عورتیں بچے اور جانور لقمہ اجل بن گئے ۔ ہسپتال، اسکول، مکانات اور مساجد کو تباہ کر دیا گیا ۔ لیکن پھر بھی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی ۔ نیٹو سے مطالبہ کیا گیا کہ سرب جارحیت کو ختم کرنے کے لیے سرب ٹھکانوں کو نشانہ بنایا جائے لیکن اس میں عملاً تاخیر کی جاتی رہی ۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ خود اقوام متحدہ ۔ امریکی رہنماؤں، اور مغربی حکمرانوں کا منصوبہ تھا کہ گوراژدہ کی بھی اینٹ سے اینٹ بجائی جائے اور جو مسلمان بوسنیا کے مختلف حصے سے بچ بچا کر اور اقوام متحدہ کے طے کردہ محفوظ مقام سمجھ کر یہاں پناہ لے چکے ہیں انہیں بھی عبرتناک سزا دی جائے ۔ تاکہ یہ بھی آئندہ ابھرنے کے قابل نہ رہ سکیں اور کسی اسلامی ریاست کے وجود کے لیے ہاتھ پیر نہ مار سکیں ۔ یہ صرف سرب حکمرانوں کی زیادتی نہیں تھی بلکہ اس کے پس پشت پوری مغربی قوت کام کر رہی تھی ۔ امریکہ سے نشر ہونے والے سی این این پروگرام میں ایک فوجی ماہر و مبصر نے کھل کر یہ کہا کہ سرب فوجوں اور ان کے رہنماؤں کو یہ حوصلہ خود اقوام متحدہ کی طرف سے ملا ہے ۔ اگر اقوام متحدہ چاہتی تو پہلے ہی مرحلے میں بوسنیا کے ان علاقوں کو محفوظ علاقہ قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو اسی وقت سزا دینے کا فیصلہ کر لیتی لیکن ان

کا صرف بوسنیا کے ایک شہر کے لیے یہ فیصلہ کرنا اور دوسرے شہروں کو سرب کے رحم وکرم پر چھوڑنا اور اس بارے میں کوئی سخت قدم نہ اٹھانا بہت بڑی زیادتی ہے۔ پروگرام کی میزبان خاتون نے اسی لمحے مذکورہ فوجی ممبر کو آپ کے آنے کا بہت بہت شکریہ ،، کہکر فارغ کردیا۔

امریکی فوجی ممبر کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ بوسنیا کے مسلمانوں کو ہر پہلو سے برباد کرنا صرف سرب رہنماؤں کا پروگرام نہیں بلکہ تمام اعدائے اسلام قوتیں بشمول اقوام متحدہ کا یہی منصوبہ تھا اور رہے۔ اس وقت مظلوم مسلمانوں کو جن جن شرائط کے تحت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جارہا ہے اور ہر طرح ان کے ہاتھ باندھنے کی سازش کی جارہی ہے پھر اس کا نام امن کی تلاش رکھا جارہا ہے وہ ایک سنگین مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ اور تو اور اب خود امریکی صدر بھی اس بات کا عندیہ دے چکے ہیں کہ بوسنیا پر سے اسلحہ کی پابندی اٹھانے سے خانہ جنگی میں مزید اضافہ ہوگا اور اس سے اقوام متحدہ کے فوجیوں کے جان ومال کا عظیم نقصان ہوگا۔ اس لیے تمام فریق باہمی افہام وتفہیم (بالفاظ دیگر امریکی ومغربی منصوبوں کے آگے سر تسلیم خم کردیں) کے ذریعہ امن کی راہ تلاش کریں کہ یہ سب کے لیے مفید ہوگا۔ یہ پیغام امریکی صدر نے سی این این کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام GLOBAL FOURM میں دیا۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بطرس غالی کے خصوصی نمائندے یاسوشی اکاشی بوسنیا اور سربیا کا بار بار دورہ کررہے ہیں اور کھلی آنکھوں بوسنیا کے مسلمانوں کو سسک سسک کر مرتے دیکھ رہے ہیں۔ ان کے تباہ شدہ مکانات، جائیداد، مرد وعورتوں اور جانوروں کی لاشوں کے قریب سے گزرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی انہیں توفیق نہیں ہوتی کہ کھل کر سرب فوجوں اور ان کے رہنماؤں کے خلاف کاروائی کریں۔ بوسنیا کے مسلمان رہنماؤں اور عوام نے بطرس غالی کے خصوصی نمائندے سے درخواست کی کہ اقوام متحدہ اپنے وعدوں کی لاج رکھے۔ اقوام متحدہ میں بوسنیا کے سفیر امریکی ذرائع ابلاغ میں سرب جارحیت کے خلاف کاروائی کرنے کی گذارش کرتے رہے اور ان وعدوں کو یاد دلاتے رہے جو عالمی امریکی اور مغربی رہنماؤں نے ان کے ساتھ کیے اور مطالبہ کرتے رہے کہ اب تو حرکت میں آئیے۔ لیکن جواب کیا ملا! یہی کہ اقوام متحدہ کے پاس دوسروں کی جنگ لڑنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ یاسوشی آکاشی نے بوسنیا میں اقوام متحدہ کی فوج کے افسروں سے ایک ملاقات کے دوران یہ کہا کہ۔

> ہمیں یہاں کے مسائب اور مشکلات پر گہری تشویش ضرور ہے لیکن دوسروں کی جنگ لڑنا ہمارا مشن ہرگز نہیں ہے۔ (جنگ لندن، ۱۷/اپریل ۱۹۹۴ء)

جس کا معنی یہ ہے کہ اقوام متحدہ اور عالمی برادری بوسنیا کے مسلمانوں اور ان کے شہروں کی حفاظت

کر سکتی ہے اور نہ ہی خود بوسنیا کے مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ اپنے شہروں کی حفاظت کے لیے اسلحہ حاصل کریں۔ صیاد کی مرضی یہی ہے کہ خاموشی کے ساتھ موت کا پیالہ پیتے جاؤ چیخنے چلانے تک کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ سرب رہنماؤں کو خوش کرنا اور ان پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے دینا اقوام متحدہ اور مغربی قوتوں کا منصوبہ و مقصد ہے۔ یہ بات ہم ہی نہیں کہہ رہے۔ برطانیہ کے حزب اختلاف کے ممبر پارلیمنٹ مسٹر مالکم وکس بھی ایک بیان میں کہہ گئے ہیں کہ۔

جس طرح اس دور کی یورپی حکومتیں ہٹلر کو خوش کرنے کی پالیسی پر گامزن تھیں اسی طرح آج کی یورپی حکومتیں سربوں کو خوش کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ برطانوی پارلیمنٹ برطانوی عوام کی مرضی کے خلاف اس مسئلہ پر خاموش ہے۔ نیٹو کی صورت میں آج انسانی تاریخ کی سب سے طاقتور فوج یورپ کے پاس موجود ہے اسے ظلم کے خاتمے کے لیے کیوں نہیں استعمال کیا جاتا۔ سربوں کو کیوں اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ گوراژدہ اور اس کے بعد اپنی پسند کے کسی اور شہر کو تہس نہس کریں۔ (جنگ ۲۸/اپریل ۱۹۹۴ء)

نیوزی لینڈ کے سابق وزیر اعظم ڈیوڈ لینگ کہتے ہیں کہ

عالمی ادارہ بوسنیا میں ہونے والی نسل کشی کی پشت پناہی کر رہا ہے انہوں نے سلامتی کونسل کے صدر پر زبردست تنقید کی جس کا تعلق بھی نیوزی لینڈ سے ہی ہے انہوں نے کہا کہ بوسنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے یہی پیغام ملتا ہے کہ ایسے ممالک جن کے پاس تیل کے ذخائر نہیں یا جو بین الاقوامی ٹریڈ روٹ کو بلاک نہیں کرتے یا جن کے پاس ایٹمی راز نہیں وہ مغربی ممالک کے لیے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ نے سویلین آبادی کے دفاع کا وعدہ کرتے ہوئے محفوظ جگہ بنائے اور اس طرح سربوں کو مسلمانوں کی نسل کشی کرنے میں سہولت پیدا کی۔ (جنگ ۱۹/اپریل ۱۹۹۴ء)

اقوام متحدہ بوسنیا کے مسلمانوں کی حفاظت کا دعویٰ کرے، خود ہی محفوظ جگہ بنائے۔ اور مسلمانوں کو چاروں طرف سے اس محفوظ جگہ پر لانے کے لیے گاڑیوں کا انتظام بھی کرے۔ اور یہ کام مکمل ہو جائے تو سربوں کو کھلی آزادی دے دی جائے کہ وہ جس طرح چاہیں ان پر حملہ کریں۔ اور قتل و غارت گری کے پچھلے تمام ریکارڈ بھی توڑ دیں۔ اور پھر جب مسلمان انہیں ان کے وعدے یاد دلائیں تو جواب ملے کہ ہم دوسروں کی جنگ نہیں لڑ سکتے؟ آخر کس بات کی غمازی کرتا ہے؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ بوسنیا کے مسلمانوں کا مقابلہ سرب فوجوں کے ساتھ نہیں بلکہ اقوام متحدہ کے ساتھ ہے تو ان کی اس بات کو جھٹلانے کی کوئی وجہ

نہیں ہو سکتی۔

یاسوشی آکاشی کے اس جواب پر ان سے یہ سوال ضرور کیا جانا چاہیئے کہ اقوام متحدہ۔ امریکہ اور مغربی قوتیں خلیجی جنگ میں کویت اور سعودیہ کے لیے جنگ لڑتے گئیں تھیں یا محض اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے گئیں تھیں۔

اگر یہ قوتیں کویت اور سعودیہ میں انسانی حقوق کا تحفظ اور بقول ان کے عراقی درندگی ختم کرنے کے لیے گئیں تھیں تو یہ جنگ دوسروں کی تھی یا اپنی ؟۔ اس وقت تو پوری شدت کے ساتھ یہ دہائی دی جارہی تھی کہ اقوام متحدہ انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے۔ اور اس کے لیے کوئی رورعایت نہیں کی جائے گی۔ لیکن محض دو سال کے بعد آخر انسانی حقوق کے تحفظ کا یہ دعویٰ کہاں گیا ؟۔ اور بوسنیا کے مسلمانوں کے حقوق کے لیے میدان عمل میں آنے کے لیے یہ ہچکچاہٹ اور حیلے بہانے کیوں ؟ خلیجی جنگ میں موسم کی مشکلات۔ صحرائی پریشانیاں اور دیگر تکالیف کے باوجود عراق کے خلاف بھرپور ایکشن لیا جا سکتا ہے تو بوسنیا میں سرب جارحیت کو ختم کرنے کے لیے اقوام متحدہ۔ امریکہ اور نیٹو کا موسم کی خرابی کا بہانہ کرنا کیا واضح نہیں کر رہا ہے کہ یہ سب ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اور سب کا مقصد بوسنیا کے مسلمانوں کو ہر طرح بے دست و پا کرنا ہے۔

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ خلیجی جنگ میں امریکہ یا برطانیہ اور اقوام متحدہ۔ کویت اور سعودیہ کے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے نہیں بلکہ اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے گئے تھے۔ محض دنیا کو یہ باور کرایا گیا کہ یہ سب کچھ مظلوم کی حمایت کے لیے کیا جارہا ہے۔ ورنہ مقصد صرف اور صرف اپنے مفادات کا تحفظ تھا۔ ۵ مئی بروز جمعرات بی بی سی کے زیر اہتمام ہونے والے ہفتہ وار پروگرام QUESTON TIME میں سابق وزیر خزانہ NORMAN LEMONT اور ایک مہمان خاتون کے درمیان بوسنیا کے موجودہ حالات سے متعلق گرماگرم بحث میں مہمان خاتون نے برسر عام سوال کیا کہ خلیجی جنگ میں برطانیہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے گیا تھا یا انسانی حقوق بھی پیش نظر تھے جواباً وزیر خزانہ نے کہا کہ مفادات کے تحفظ کے لیے۔ مہمان خاتون نے اس پر سوال کیا کہ NOT FOR HUMAN RIGHT اسی لمحے میزبان نے سامعین اور مہمانوں کو دوسرے سوالات کی طرف متوجہ کر دیا۔

ان حالات میں اقوام متحدہ اور مغربی ممالک کے حکمرانوں اور بوسنیا میں موجود فوجوں کے برطانوی فوجی سربراہ سے یہ امید باندھنی کہ یہ بوسنیا کے مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر سرب جارحیت ختم کرنے کے لیے قراردادوں سے آگے بڑھیں گے اور عملی طور پر کارروائی کریں گے۔ ایں خیال است و محال است و جنوں کا مصداق ہوگا

جہاں تک ہمارے دانشور حضرات کا یہ مطالبہ کہ مسٹر بطروس غالی مستعفی ہو جائیں بجا مطالبہ ضرور ہے لیکن ہمارے نزدیک مسئلہ کا حل یہ نہیں ہے۔ بطروس غالی کے استعفیٰ کے بعد نہ معلوم کتنے مزید بطروس آئیں اور ان قوتوں کے اشارہ ابرو پر ناچ کر اسلامی ممالک کو اپنی سازشوں کا نشانہ بنائیں اور اسے عالمی برادری کی منظوری کا نام دیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اقوام متحدہ کا وجود اب ختم ہو جانا چاہیئے کیونکہ اس کی ساکھ قدم قدم پر مجروح ہو رہی ہے۔ اور یہ صرف یک طرفہ کارروائی کے لیے بنائی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کے نام نہاد اصولوں اور قراردادوں سے ہمیشہ اسلامی ممالک اور مسلمانوں نے نقصان اٹھایا ہے اور جہاں کہیں ان قوموں نے مسلمانوں کی حفاظت کے نام پر کوئی عمل کیا ہے تو اس کا مقصد بھی مسلمانوں کو ہر پہلو سے کمزور کرنا اور اپنے مفادات کا تحفظ رہا ہے ہم بوسنیا کے وزیر اعظم جناب حارث سلاجک کے اس بیان سے بالکل اتفاق کرتے ہیں کہ

اقوام متحدہ نے مسلمانوں سے بے وفائی کرتے ہوئے انہیں تنہا چھوڑ دیا ہے جب کہ سرب غنڈوں کو مظالم کی کھلی چھٹی دیدی گئی ہے۔ اقوام متحدہ نے بوسنیا کے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے (جنگ ۱۹/ اپریل ۱۹۹۴ء)

جناب حارث سلاجک نے اسپین کے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ۔

اگر اقوام متحدہ اپنے منشور اور قراردادوں کا خود ہی احترام نہیں کر سکتی تو اسے ختم ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی ادارے نے گوراژدے کے گرد سرب فوج پر فضائی حملوں کی اجازت نہ دے کر منفی کردار ادا کیا ہے اقوام متحدہ نے شہر پر سربوں کے حملوں کو چار ہفتے جاری رہنے دیا حالانکہ شہر کو محفوظ علاقہ دیا جا چکا تھا۔ حارث سلاجک نے بطروس غالی پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے سرب جارحیت کو ختم کرنے کے لیے فضائی حملوں کو روک دیا تھا میں ان بیس جگہوں کے نام گنوا سکتا ہوں جو بطروس غالی کی نظروں کے سامنے تباہ ہوئیں انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کی قراردادیں محض کاغذ کے ٹکڑے ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ (جنگ ۲/ مئی ۱۹۹۴ء)

ہمارے نزدیک جناب حارث سلاجک کا یہ مطالبہ کہ اقوام متحدہ کو اب ختم ہو جانا چاہیئے کیونکہ وہ اپنے منشور اور قراردادوں کا خود ہی پابند نہیں رہا۔ بالکل جائز اور معقول مطالبہ ہے۔ یہ ادارہ بے شک قراردادیں پاس کرتا رہا لیکن ان میں سے انہی قراردادوں کو عملی جامہ پہنایا گیا جن سے عالم اسلام کی تباہی و بربادی مقصود ہو۔ اور پھر اسے بڑے خوبصورت لفظوں میں (انٹرنیشنل کمیونٹی کا فیصلہ کے عنوان سے)

پیش کیا جاتا رہا۔ اور اسلامی ممالک کے حکمران طوعاً وکرہاً اسے قبول ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر اسلامی ممالک کے حکمراں واقعتہً عالم اسلام اور دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے حق میں خیر خواہانہ جذبات اور اسلامی حمیت وغیرت رکھتے ہیں تو فوری طور پر اس نام نہاد ادارہ سے اپنی وابستگی ختم کریں اور مسلمانوں کی اپنی مشترکہ اقوام متحدہ بنائیں اور مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور رہنماؤں کے باہمی مشورہ کے بعد عالم اسلام کا ایجنڈا مرتب کریں۔ ترکی کے سابق نائب وزیراعظم اس کا نعرہ بلند کرچکے ہیں ان کے اس نعرے کا خیر مقدم کیا جائے اور عملی طور پر مشترکہ قدم اٹھایا جائے۔ روزنامہ جنگ لندن کی یکم مئی کی اشاعت میں ترکی کے نائب وزیراعظم اور دوسری بڑی سیاسی جماعت رفاہ پارٹی کے سربراہ جناب نجم الدین اربکان کا یہ بیان سامنے آچکا ہے کہ مسلمانوں کی علیحدہ اقوام متحدہ ہونی چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کے استعماری فتنوں اور مسلمانوں کو درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کی اپنی اقوام متحدہ۔ مشترکہ فوج اور مشترکہ منڈی ہو۔ یورپ والے نیٹو بنا سکتے ہیں تو مسلمان ایسا کیوں نہیں کرسکتے ؟"

امید کی جانی چاہیئے کہ عالم اسلام کے رہنما اور حکمراں اس نعرہ کا ساتھ دیں گے اور دنیا بھر میں پھیلے مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے منظم منصوبہ بندی کریں گے۔ عالم اسلام کو ان عالمی طاقتوں کے رحم وکرم پر چھوڑنے کے بجائے انہیں اپنے قدموں پر کھڑا کرنے کے قابل بنانے کے لیے عالم اسلام کے حکمرانوں کو آگے بڑھنا ہوگا۔ خدارا ہوش میں آیئے۔ غیرت ایمانی کو آواز دیجئے۔ حمیت دینی کو حرکت میں لایئے انشاءاللہ یہ تمام نام نہاد عالمی قوتیں آپ کے سامنے سرنگوں ہوں گی۔

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

(بقیہ ص ۶۱ سے)

اس فیصلے پر شدید تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ٹیکس ادا کرنے والے شہریوں کے روپے کا زیاں ہے۔ (شکریہ مدشاداب" جون ۹۴ء) خدا معلوم حق پرستی کا یہ جنون دیار مغرب کو کون کون سا رد زبد دکھا ئیگا

(محمد اسلم رانا ایڈیٹر المذاہب لاہور)

● مجلہ الحق بابت ماہ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ وصول ہوا۔ ماشاءاللہ ہر رسالہ خوب سے خوب تر ہوتا ہے فرق باطلہ قادیانیت رفض و دہریت کے تعاقب میں یہ رسالہ بے مثال ہے۔ خدا کرے زور تحقیق و تصنیف اور زیادہ۔ (مولانا عبدالغفار اسلام آباد)

مچھروں سے مکمّل نجات حاصل کیجئے
ویپ
ماسکیٹو میٹ
Vape mat
FUMAKILLA
FUMAKILLA
Vape mat f
ELECTRONIC MOSQUITO DESTROYER

جناب فدا محمد صاحب ۔ پشاور
اسٹنٹ پروفیسر، چیئرمین شعبہ لائبریری

اسلامی کتب خانے، ماضی و حال

شہرہ آفاق مصنف ریاضی دان اور فلاسفر رسل لارڈ برٹرانڈ (RUSSELL LORD BERTRAND) المتوفی ۱۹۷۰ نے مشرق و مغرب میں اقتدار کے توازن اور تبادلے پر ایک تاریخی مقالہ سپرد قلم کیا تھا۔ یہ مقالہ آنجہانی کے مضامین میں ایک علمی شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقالے میں تاریخی شواہد کے حوالے سے مشرق اور مغرب کی تہذیب و تمدن ان کے عہد بہ عہد عروج و زوال پر عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ وادی دجلہ و فرات میسوپوٹیمیا (قدیم عراق) سے ابھرنے والی بابلی، اشوری اور کلدانی تہذیبوں نے سب سے پہلے مشرق ہی سے جنم لیا اور عرصہ دراز تک اہل مغرب پر ان کی برتری چھائی رہی۔ اس کے بعد اقتدار کا پلّہ اہل یونان کے ہاتھ رہا اور یہ سلسلہ اہل روما کے زوال تک باقی رہا۔ مغرب کا یہ دورِ عروج تقریباً" آٹھ سو سال کے عرصے پر محیط ہے۔ اہل روما کے زوال کے ساتھ مغرب کی تہذیب ایک دفعہ پھر اندھیروں میں گم ہو جاتی ہے۔ اقتدار، تہذیب و تمدن کا نیا آفتاب عرب کے ریگزاروں سے ابھرتا دکھائی دیتا ہے۔ وادی حجاز سے ابھرنے والی اس بے مثال تہذیب نے آگے چل کر یورپ کے نشاۃ الثانیہ (RENAISSANCE) کی بنیاد رکھی چودھویں صدی عیسوی تک سوائے مسلم سپین کے یورپ کا بیشتر حصہ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس مختصر تاریخی جائزے کے بعد انسانی تہذیب و ثقافت کے اس بنیادی ستون کا ذکر کیا جاتا ہے جس پر پوری انسانیت کی اعلیٰ قدروں کا ڈھانچہ استوار ہے۔ یہ بنیادی ستون تحریر اور اس کو محفوظ کرنے والے ادارے ہیں۔ اور یہی وہ ادارے ہیں جنہیں کتب خانوں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے کی تشکیل میں شروع ہی سے کتب خانے بڑا اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ اسلامی تمدن کے ماضی میں ہمیں سب سے پہلے مسجد نبویؐ علم کا بہت بڑا مرکز نظر آتا ہے۔ خود آنحضرتؐ کے دور میں خلفائے راشدینؓ اور دیگر مختلف ادوار میں مسجد نبویؐ عالم اسلام میں درس و تدریس کا مثالی اور سب سے بڑا ادارہ رہا ہے۔

کتب خانوں کی باقاعدہ تشکیل ہمیں بنو امیہ کے زمانے میں نظر آتی ہے۔ آٹھویں صدی عیسوی

کے شروع ہی میں دمشق میں کاغذ تیار ہونا شروع ہوگیا تھا۔ کاغذ ہی نے کتاب کو موجودہ ہیئت بخشی
مٹی کی تختیاں، پیپے پارس ڈپ ٹیج اور کوڈیکس کے بعد کتاب اپنی موجودہ صورت میں سامنے آتی
ہے۔ اسلامی دورِ حکومت کی پہلی باقاعدہ اور منظم لائبریری دمشق میں قائم کی گئی تھی۔ بنو امیہ کے بعد
عباسی خلفاء نے کتب خانوں کے قیام کی طرف بھرپور توجہ دی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بقول برٹرانڈرسل
اقتدار کا توازن مشرق کے ہاتھ میں تھا۔ اور خود مغرب کا بیشتر حصہ جہالت کے اندھیروں میں بھٹک
رہا تھا۔ ۷۵۰ء سے ۱۲۵۸ء تک کا زمانہ خلفائے عباسیہ کا زمانہ ہے۔ کتب خانوں کے ضمن میں اس
دور کی کتابی سرگرمیوں میں کتابوں کی دکانوں کا ذکر بڑا اہم ہے۔ اس قسم کے بازار بغداد اور نواح
میں کتابوں اور کاغذ کے کاروبار کے لیے مخصوص ہوا کرتے تھے۔ انہیں سوق الوراقین کہا جاتا تھا
اس قسم کے بازاروں میں علماء جمع ہوا کرتے تھے۔ ان بازاروں کا کاروبار زیادہ تر علماء ہی کے
ہاتھوں میں تھا۔ ان ہی میں ایک جلیل القدر نام ابوالفرج محمد بن ابو یعقوب اسحاق الوراق بغدادی
المعروف بہ ابن ندیم کا بھی تھا جن کی الفہرست آج بھی کتابیات میں کلاسیک کا درجہ رکھتی ہے۔
مدرسہ نظامیہ اور اس سے ملحقہ لائبریری پر لاکھوں دینار سالانہ صرف کیے جاتے تھے۔ اسی طرح خزینۃ
المدارس المستنصریہ کے کتب خانے کی بنیاد خود خلیفہ المستنصر باللہ (۱۲۲۶ - ۱۲۴۲ء) نے رکھی
بیت الحکمت کے ساتھ وابستہ کتب خانہ کتب خانوں کی تاریخ میں ایک بے مثال لائبریری تھی
اس کتب خانے کے بارے میں ایک نامور محقق ڈاکٹر احمد شلبی نے آج سے تقریباً ۴۰ سال قبل
اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے میں (برائے کیمبرج یونیورسٹی) ایک عالمانہ تحقیق شامل کی ہے
یہ تحقیق بعد میں اس موضوع پر لکھنے والوں کے لیے ایک ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ بیت الحکمت
اور اس سے وابستہ کتب خانے کی بنیاد خلفائے عباسیہ کے نامور حکمران ہارون الرشید نے
رکھی تھی۔ یہ پہلا عوامی کتب خانہ تھا جس میں کتب کا مجموعہ دس لاکھ سے تجاوز کر گیا تھا۔ عباسی
سلطنت میں نجی کتب خانے بھی بہت بڑی تعداد میں موجود تھے۔ صاحبِ ثروت شہری اپنے گھروں
میں لائبریری کے قیام کو اپنے لیے عزت و احتشام سمجھتے تھے۔

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں خانقاہی کتب خانوں کا کردار بھی بڑا اہم رہا ہے۔ جہاں
سے علمائے کرام، مشائخ اور صوفیائے کرام نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی ضیا پاشیاں کیں۔ یہ
خانقاہی کتب خانے مغرب کے قرونِ وسطیٰ کے خانقاہی کتب خانوں سے بالکل مختلف تھے۔
یورپ کے خانقاہی کتب خانے رہبانیت کا درس دیتے تھے جبکہ اسلامی خانقاہی کتب خانے

دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا پیغام دیتے تھے۔

مصر کے فاطمی حکمرانوں نے عالیشان مدرسے قائم کرنے کے ساتھ ساتھ کتب خانوں کے قیام کی طرف بھی پوری دلچسپی سے توجہ دی۔ فاطمی خلیفہ عزیز بہ دین اللہ (۹۷۵ء) نے خزینۃ المقسود کے نام سے ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا بعد میں جس میں کتب کا مجموعہ ۱۶ لاکھ سے تجاوز کر گیا تھا قاہرہ کا دار العلم بھی فاطمی دور کی ایک مشہور لائبریری تھی۔ جامعۃ الازہر اور اس کے ساتھ قائم کردہ کتب خانہ بھی اس عظیم الشان دور کی یادگار ہے۔ یہاں صرف ماضی کے کتب خانوں کا ذکر ہی صرف مدعا نہیں بلکہ حال کے اسلامی کتب خانوں کے بارے میں بھی حتی المقدور کچھ کہنا ہے۔ اس لیے اختصار کا راستہ اپناتے ہوئے ماضی کی کچھ اور اہم لائبریریوں کا اشارۃً ذکر کیا جاتا ہے۔ ماضی کے چند اور مشہور اسلامی کتب خانے یہ ہیں۔

۱۔ مدینہ منورہ میں سلطان محمود کا کتب خانہ۔

۲۔ مدینہ منورہ میں شیخ الاسلام عارف کا کتب خانہ۔

۳۔ ٹریپولی (شام) میں بنو عمار کے کتب خانے۔

۴۔ بخارا میں نوح بن منصور کا کتب خانہ۔

۵۔ غزنی (افغانستان) میں سلطان محمود غزنویؒ کا کتب خانہ۔

۶۔ مشہد مقدس (ایران) میں امام رضاؓ کا کتب خانہ۔

۷۔ اسلامی سپین میں خلیفہ الحکم الثانی کا کتب خانہ۔

ہندوستان سلاطین دہلی کے عہد میں غیاث الدین بلبن کا کتب خانہ شاہان مغلیہ اور اودھ کے کتب خانوں پر ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے۔

جدید عالم اسلام میں کتب خانے روبہ ترقی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کی طرح عالم اسلام کے بیشتر ممالک بھی مختلف میدانوں میں آگے بڑھنے کی سعی کر رہے ہیں۔ مملکت خداداد پاکستان۔ انڈونیشیا بنگلہ دیش۔ ایران۔ مصر۔ سعودی عرب اور دیگر تمام اسلامی ممالک میں کتب خانوں کی تنظیم و ترتیب کے لیے جدید ٹیکنالوجی کو اپنایا جا رہا ہے۔ قدیم اسلامی کتب خانے اب صرف تاریخ کے صفحات پر باقی رہ گئے ہیں۔ تاہم عالم اسلام اپنے شاندار ماضی کے ورثے کو ہر طرح سے محفوظ کر رہا ہے مملکت سعودیہ العربیہ کی کوششوں سے عالم اسلام کے مخطوطات کو محفوظ کرنے کے لیے ایک وسیع پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ ماضی میں ایران کی طرف سے بھی ایسی کوششیں کی گئی تھیں۔ مائیکروفلمنگ

کمپیوٹر اور دوسرے جدید برقی آلات کے ذریعے عالم اسلام کے کتابی ذخیرے کو محفوظ کیا جا رہا ہے۔

پاکستان کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی لائبریریوں کے انتظام کے لیے مرکزی سیکرٹریٹ میں ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا گیا۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۰ء تک کے عرصے میں حکومت پاکستان کی دعوت پر لائبریری سے وابستہ کئی غیر ملکی ماہرین پاکستان آئے۔ انہوں نے مختلف لائبریریاں دیکھیں اور اپنی رپورٹیں پیش کیں۔ ۱۹۶۲ء اور اس کے بعد کاپی رائٹ ایکٹ کا نفاذ قومی لائبریری کا قیام اور دیگر بہت سے اقدامات سے اب کتب خانے ایک نئے دور میں داخل ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں لائبریری سائنس کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام تقریباً تمام یونیورسٹیوں میں موجود ہے۔ دارالحکومت اسلام آباد اور دوسرے تمام بڑے شہروں میں اعلیٰ اور منظم کتب خانے موجود ہیں جن میں جدید طریقہ کار کے مطابق علوم وفنون کے سرمائے کو جمع کرنے، منظم کرنے اور انہیں بہتر طور پر استعمال میں لانے کی کوششیں برابر جاری ہیں۔ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن کے علاوہ مخصوص کتب خانوں کی انجمن پیسلب (PASLIB) بھی پیشہ ورانہ ذمہ داریاں پوری کر رہی ہے۔

انڈونیشیا پاکستان سے تقریباً ایک سال بعد آزاد ہوا۔ آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہے۔ اگرچہ بنگلہ دیش کی آبادی کو بھی اب یہ شرف حاصل ہو رہا ہے انڈونیشیا میں کم وبیش ۱۳۳ بڑی لائبریریاں کام کر رہی ہیں۔ ان لائبریریوں کا اپنا ایک مربوط نظام ہے ان لائبریریوں نے باہمی تعاون سے اپنے اثاثوں رسائل وجرائد کی ایک مکمل مجموعی فہرست تیار کی ہے جو اس ملک کے اہم ریفرنس مواد میں سے ہے۔ انڈونیشیا میں بیورو آف (BUREAU OF LIBRARIES) لائبریری کتب خانوں کی ترقی کے لیے کوشاں ہے

بنگلہ دیش ۱۹۷۱ء تک پاکستان کا حصہ رہا۔ دونوں ملکوں کے کتب خانوں کی تاریخ مشترک ہے بنگلہ دیش کے قیام سے قبل سینٹرل لائبریری ڈھاکہ بھی پاکستان کی قومی لائبریری تھی جسے کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت کتابیں اور دوسرا تحریری مواد بھیجا جاتا تھا۔ اس طرح پاکستان اور بنگلہ دیش دونوں کا مشترکہ تحریری سرمایہ سنٹرل لائبریری ڈھاکہ میں محفوظ ہے۔ بنگلہ دیش کی اہم اور بڑی لائبریریاں ڈھاکہ کے علاوہ باریسال۔ دیناج پور۔ فرید پور اور کشور گنج میں واقع ہیں۔

ایران میں پبلک لائبریری کا قانون ۱۹۶۴ء میں نافذ کیا گیا۔ تہران میں لائبریری سائنس ڈیپارٹمنٹ کا قیام ۱۹۶۶ء میں عمل میں لایا گیا، لائبریری ایسوسی ایشن کا قیام بھی ۱۹۶۶ء میں ہوا۔ ایران کی قومی لائبریری ۱۹۳۷ء میں بنی۔ مخصوص کتب خانے اور بچوں کے لیے علیحدہ لائبریریاں

بھی اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں ایران ڈاک (IRANDOC) قائم کیا گیا تھا۔
مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں مصری لائبریری ایسوسی ایشن پورے انہماک سے لائبریریوں کے فروغ کے لیے کام کر رہی ہے۔ یہ ایسوسی ایشن ۱۹۴۶ء میں قائم کی گئی تھی۔ قاہرہ میں لائبریری اور آثار قدیمہ کا محکمہ قاہرہ یونیورسٹی کے تحت کام کر رہا ہے۔ جہاں لائبریری کے مختلف مرحلہ وار تعلیم کا بندوبست موجود ہے۔ مصر کی قومی لائبریری ۱۸۷۰ء میں قائم کی گئی تھی۔ اس قومی لائبریری کا زیادہ تر حصہ عربی اور دیگر مشرقی زبانوں کے مخطوطات پر مشتمل ہے۔ اس لائبریری کے ساتھ موسیقی کی ایک الگ لائبریری بھی موجود ہے۔ پاکستان میں PASTIC کی طرح مصر میں بھی (NIDOC) قومی اطلاعات اور مسودات کے ادارے کے طور پر کام کر رہا ہے۔ مصر کے عجائب خانے بھی ایک قسم کی لائبریریاں ہی ہیں جن میں قدیم تحریروں کے ذخیرے محفوظ ہیں۔
مملکتِ سعودیہ العربیہ میں قومی لائبریری کا قیام ریاض میں ۱۳۸۲ھ ہجری (۱۹۶۲ء) میں عمل میں آیا۔ یہ لائبریری اب براہ راست وزارتِ تعلیم کے تحت کام کر رہی ہے۔ قومی لائبریری اپنی کارکردگی کی جامع رپورٹ ایک بلیٹن میں ہر تین ماہ بعد شائع کرتی ہے۔ لائبریری کا ابھی تک کوئی مربوط نظام موجود نہیں لیکن کتابیاتی مواد کا حصول زیادہ تر جنرل ڈائریکٹوریٹ آف لائبریری کرتی ہے
جدید عالم اسلام ایک متحدہ بلاک ہے۔ جو بہت سے اہم میدانوں میں تعاون و اشتراک سے کام کر رہا ہے۔ لیکن کتب خانوں کے ضمن میں ابھی تک کوئی خاص جامع منصوبہ پیش نہیں کیا گیا۔ جس کی اشد ضرورت ہے سب سے زیادہ ضرورت عالم اسلام کے عام تحریری مواد کی ایک یونیورسل اسلامک ببلیوگرافی کے مرتب کرنے کا ہے ممکن ہے یہ خواب آئندہ چند برسوں میں شرمندہ تعبیر ہو۔ پندرہویں صدی ہجری کی تقریبات کے سلسلے میں پاکستان میں منعقدہ اسلامی دنیا کی کتابوں کی نمائش اس سلسلے میں ایک اہم قدم تھا۔

حوالہ جات

CHANDLAR GO LIBRARIES IN THE EAST LANDON SEMINOR PRESS, 1971

RUSSELL BERTNAND "REFLECTIUNS ON THE RE-AWAHENING EAST-

QASMI ABDEESS SU DR, LIBRORIES IN THE EARLY ISLAMIC WOXLOL "JOURNOL OF THE UNIVRSIF

(بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

مَطبُوعاتِ مُؤتمرُ المُصنِّفِین

۱۔ حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ (مجلد) ترتیب و حاشیہ: مولانا عبدالقیوم حقانی	افادات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق	۵۳۶ صفحات	۱۲۵ روپے
۲۔ دعوات حق مکمل دو جلد (مجلد) ضبط و تحریر: مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۱۱۹۲	۱۲۰ روپے
۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ مرتبہ: مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۴۰۰	۴۵ روپے
۴۔ عبادات و عبدیت مرتبہ: مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۸۸	۸ روپے
۵۔ مسئلہ خلافت و شہادت مرتبہ: مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۱۰۴	۱۰ روپے
۶۔ صحبتے با اہل حق (مجلد) ضبط و ترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی	〃	〃 〃	۴۰۸	۷۵ روپے
۷۔ اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	تصنیف	مولانا سمیع الحق	۴۶۰	۹۰ روپے
۸۔ قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	〃	〃 〃	۹۶	۷ روپے
۹۔ کاروان آخرت (مجلد)	〃	〃 〃	۴۴۶	۷۵ روپے
۱۰۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (خصوصی نمبر)	〃	〃 〃		
۱۱۔ قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	〃	〃 〃	۲۰۸	۳۵ روپے
۱۲۔ قادیان سے اسرائیل تک	〃	〃 〃	۲۲۴	۳۵ روپے
۱۳۔ قومی اور ملی مسائل پر جمعیۃ کا موقف	〃	〃 〃	—	—
۱۴۔ میری علمی اور مطالعاتی زندگی مجلد	〃	〃 〃	—	—
۱۵۔ روسی المیہ	〃	〃 〃	۲۰۰	۳۵ روپے
۱۶۔ دفاع امام ابو حنیفہؒ (مجلد)	〃	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۵۲	۶۶ روپے
۱۷۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات (مجلد)	〃	〃 〃	۲۷۲	۶۰ روپے
۱۸۔ علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات امام ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ (مجلد) جلد دوم	〃	〃 〃	۲۷۰	۶۰ روپے

۱۹۔ ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزق حلال (مجلد)	تصنیف	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۳۲ صفحات	۶۰ روپے
۲۰۔ امام اعظمؒ کا نظریہ انقلاب و سیاست	〃	〃 〃	۶۴	۸ روپے
۲۱۔ خطبات حقانی (جلد اول)	〃	〃 〃	۱۲۵	۶۰ روپے
۲۲۔ کتابت اور تدوین حدیث	〃	〃 〃	۴۸	۷ روپے
۲۳۔ اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل	〃	〃 〃	—	۶۰ روپے
۲۴۔ مرد مومن کا مقام اور ذمہ داریاں	〃	〃 〃	۳۲	۵ روپے
۲۵۔ ساعتے با اولیاء (مجلد)	〃	〃 〃	—	—
۲۶۔ د امام اعظم حیرانکونکی واقعات (پشتو)	〃	〃 〃	—	۶۶ روپے
۲۷۔ کشکول معرفت	〃	〃 〃	۱۱۲	۲۴ روپے
۲۸۔ الحاوی علیٰ مشکلات الطحاوی	〃	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۲۲۴	۳۵ روپے
۲۹۔ منہاج السنن شرح جامع السنن (عربی) چار جلد	〃	شیخ الحدیث مفتی محمد فرید	—	۱۲۰ روپے
۳۰۔ برکات المغازی	〃	شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان	—	--
۳۱۔ اللہ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں	افادات	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	۲۴	۵ روپے
۳۲۔ ارشادات حکیم الاسلامؒ	〃	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ	—	روپے
۳۳۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت	تصنیف	مولانا مفتی غلام الرحمٰن	۹۶	۱۳ روپے
۳۴۔ دارالعلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک	〃	〃 〃	۱۴۴	[illegible]
۳۵۔ دفاع ابوہریرہؓ	〃	〃 〃	—	۶۰ روپے
۳۶۔ افادات حلیم	〃	مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۶	۶ روپے
۳۰۔ حیات صدر المدرسین (مولانا عبدالحلیم زروبوی)	〃	〃 〃	۵۱۲	۱۲۰ روپے
۳۱۔ فضائل و مسائل جمعہ	〃	مولانا امین الحق [illegible]	۹۰	۲۴ روپے

مکمل سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

مُؤتمرُ المُصنِّفِین ○ دارالعُلوم حقّانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ پشاور

شیخ التفسیر مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ العالی

اسلامی انقلاب کا لائحہ عمل اور طریق کار

بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ۔

مغربی جمہوریت کے ذریعہ علماء کرام نے کافی محنت کی کہ اسلامی نظام رائج ہو مگر تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طرز سیاست غلط اور مقصد کا ذریعہ نہیں بن سکا جیسا کہ علماء کا تصور تھا جواباً" گزارش ہے کہ مغربی جمہوریت نام ہے انسانوں پر انسانوں کی حکومت کرنے کا جب کہ اسلام کے نزدیک حاکمیت اعلیٰ ذات وحدہ لاشریک لہ کے ساتھ خاص ہے۔ عام فہم الفاظ میں یہ کہ مغربی جمہوریت میں حقیقی بالادستی ملک کے منتخب نمائندوں کو حاصل ہوتی ہے اور اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاتی اور اسلام میں صدر ہو یا وزیراعظم یا اسمبلی ان کا اختیار محدود ہوتا ہے وہ کوئی ایسا حکم اور آرڈر نہیں دے سکتے جو دلائل شرعیہ قرآن و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہو اور اگر وہ کوئی بھی ایسا حکم دیں تو اس کو صحیح سمجھتے ہوئے بلا کسی شرعی اضطرار کے تسلیم کرنا کفر اور شرک ہے۔

اگر کسی کا یہ تصور تھا یا اب بھی ہو کہ ایسی مغربی جمہوریت کو تسلیم کرتے ہوئے ہم اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہ تصور ہی ناقابل فہم اور یکے برسر شاخ و بن می برید کا مصداق ہے ایسے لوگ یا تو غلط فہمی کا شکار تھے (یا ہیں) اور یا نعرہ باز سیاستدان جو لوگوں کو فریب دے رہے ہیں اور ایک اہم تر سوال یہ ہے کہ اگر آپ کو اس سے اتفاق ہے (کہ مغربی جمہوریت سے اسلام نہیں آسکتا) تو وہ طریقہ سیاست اور لائحہ عمل جو شریعت کے مطابق ہو اور جو اسلامی انقلاب کا ذریعہ ہو کیا ہو گا۔ تو اس سلسلہ میں قدرے تفصیل سے معروض ہوں کہ۔ اسلامی سیاست علماء سے پوشیدہ نہیں جب طاقت حکومت اور اقتدار حاصل ہو جاتے تو ہر معروف کو طاقت سے نافذ کرنا اور ہر منکر کو تغییر بالید کی صورت سے مٹانا۔

منکر سے مراد ہر وہ کام قول فعل اور کردار و گفتار ہے جو دلائل شرعیہ کے خلاف ہو ــــ امرتا با لمعروف ونھو عن المنکر من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ رسوم الجاھلیۃ موضوعۃ تحت قدمی ہذہ او کما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا لا یحجن بعد العام مشرک ولا یطوفن بالبیت عریان ــــ وذروا ما بقی من الربوا .... الی فان لم تفعلوا فاذنوا

بحرب من اللہ و رسولہ ــــ اور جب تک طاقت حاصل نہ ہو تو طاقت حاصل کرنے کی جائز کوشش کرنا مگر حسب حالات واستطاعت وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ وماجعل علیکم فی الدین من حرج ــــ جاھدوا باموالکم وانفسکم والسنتکم ــــ فان لم یستطع فبلسانہ جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم ــــ ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ ــــ الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفاً فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابرین ــــ واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین ــــ فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ فرضیت قتال کیلئے اسلحہ کا موجود ہونا ضروری ہے ۔ اسوۂ نبوت سے ظاہر ہے کہ اس کے لیے پہلے مامن جائے پناہ اور مہاجر جائے ہجرت تلاش کرنا اور پالینا بھی ضروری ہے ــــ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ الی غیر ذالک من النصوص ۔

نعرہ باز سیاست دان خیانتوں کے دھنی جب ہر فریب میں ناکام رہے تو اب مجاہدین افغانستان رحمۃ اللہ علی احیاءہم وشہدائہم کی مثالیں دے کر اور جہاد کا نام لے کر زندہ باد حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ ان کو بفضل خداوند کریم صدر ضیاء الحق مرحوم کا پاکستان مامن اور مہاجر مل گیا تھا اور عالم اسباب میں اسی کے بل بوتے پر چودہ پندرہ سال تک انہوں نے اپنی ایمانی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دنیائے کفر کو لرزہ براندام کردیا تھا ــــ بہر حال لف نشر غیر مرتب کے طور پر بطور مثال چند آیات کریمہ اور احادیث شریفہ کو پیش خدمت کردیا گیا ہے ۔ تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجملی علماء حق نے مغربی جمہوریت کو کبھی نہ تسلیم کیا نہ اس کو صحیح طریقۂ اسلام کہنے کی جسارت کی اور اگر کسی نے مولوی یا مولانا کی شکل میں ایسا کیا تو وہ ذئب فی زی شاۃ کا مصداق ہے ۔ البتہ مغربی جمہوریت کی لعنت میں پھنسے ہوئے شہری کی حیثیت سے اور مامن اور مہاجر نہ پاکر تغییر باللسان پر عمل کرتے ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کہ مشرکین عرب کو طواف میں جب یہ کہتے ہوئے سنتے کہ الاشریکا ملکتہ الخ تو خود طواف تو نہ چھوڑتے اور صحیح طریقہ پر طواف فرماتے مگر ان کو قولاً ٹوکتے وبلکم قد قد علماء اس خیال سے ان کے مجامع اور مجالس میں پہنچ کر اسی مغربی جمہوریت کے خلاف آواز اٹھانے کو اپنا فرض قرار دیتے رہے ووٹ مانگنا بھی اسی کی خاطر تھا مستدلین بقول یوسف علی نبینا وعلیہ السلام اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم ۔
مگر جائز طریقہ سے ابناء عصر کی طرح ووٹوں کی خرید و فروخت کی لعنت میں شریک نہیں ہوئے اور نہ ہی

قالوا للذین کرھوا ما نزل اللہ سنطیعکم فی بعض الامر کا شر انگیز کردار ادا کیا اور نہ ہی شرعی غیر مسلموں جیسے کہ روافض کا فرقہ امامیہ فرقہ اسماعیلیہ فرقہ ذکریہ وغیرہ سے ووٹ مانگ کر اگر کسی نے مانگا تو غلط کیا ۔۔۔ اور اس کی نحوست ہے کہ شرعاً مرزائی اور روافض کا حکم یکساں ہونے کے باوجود منکر حفاظت قرآن فرقہ امامیہ کو اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کی ان کو توفیق نہ مل سکی اور نہ ہی مل رہی ہے۔

ایک شبہ کا جواب : کہا جا سکتا ہے کہ جب اسلامی سیاست یہ ہے کہ اب تغییر باللسان سے ہی اس منکر کا ازالہ کیا جائے ۔ تو اتنی مدت تک اس پر عمل کرنے سے اس سے نہ صرف یہ کہ اسلامی نظام کیوں قائم نہیں ہوا بلکہ اصل پریشانی یہ ہے کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوائی کا منظر سب کو نظر آرہا ہے جس کا انکار بداہت کا انکار ہے۔

تو جواباً گزارش ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہی صحیح نہیں کہ ہم تغییر باللسان پر عمل کرتے رہے کیا تغییر باللسان کے یہ معنی ہیں کہ فتوی دے دیا اور پھر خاموش ہوگئے نہ صرف خاموش ہوئے بلکہ مرتکبین منکر کو سینہ سے بھی لگایا اور اتحاد کے نام سے ان کے کتنے ناز اٹھاتے رہے کیا لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسیٰ ابن مریم کے ماتحت ہم نے یہ روایتیں کبھی نہیں پڑھیں کہ جب ان کے علماء نے ان کو برائیوں سے روکا اور وہ نہ رکے فواکلوھم وشاربوا ھم الی قولہ فضرب اللہ قلوب بعضھم علی بعض الخ ۔۔۔ منفی پہلو پر اتحاد کے معنی یہ نہیں کہ ہم مثبت پہلو جو اصل مقصد ہے اس پر خاموشی اختیار کریں ۔ اس کی تفصیل ذرا تلخ ہے جو مجھے خود بھی گراں گزر رہی ہے لیکن غلطی کا اعتراف اخلاقی جراٗت ہے اور اس کی توفیق عطیہ خداوندی ہے اور یہ ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ اس طرح کے محاسبہ نفس سے اشخاص اور جماعتوں کا وقار بڑھتا ہے لوگ غلط سمجھتے ہیں کہ اس طرح قیادت اور لیڈر پن میں جھول پڑ جاتا ہے ماضی قریب میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رح کی بین الاقوامی قیادت معروف و مشہور ہے حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رح کی شخصیت سب کو معلوم ہے فوٹو کے جواز میں ان کا عمل اور مسلک سب کو معلوم تھا لیکن انہوں نے جب حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح مصنف معارف القرآن کا رسالہ التصویر لاحکام التصویر پڑھا تو کوئی ضیق محسوس کیے بغیر رجوع فرمالیا تذکرہ کے مقدمہ میں مولانا آزاد کے یہ الفاظ پڑھے جا سکتے ہیں فوٹو کھینچنا کھچوانا شرعاً ناجائز ہے میری غلطی تھی کہ میں نے الہلال باتصویر نکالا دوستوں کو میری غلطی اچھالنی نہیں چاہیئے اس رجوع الی الحق سے کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی عظمت مجروح ہوئی ہرگز

نہیں بلکہ ان کی قیادت کو چار چاند لگ گئے ۔

جمعیتہ علماء اسلام کے دور اوّل میں مجھے خود چند بار ایسے حسین مناظر کا تجربہ ہو چکا ہے اور جس سے ہمیشہ جماعت کا وقار بڑھتا ہی رہا اور ملک وملّت کو فائدہ ہی پہنچتا رہا آپ بیتی کے طور پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں شاید اس سے مقصد کی وضاحت ہو سکے اور وہ یہ کہ ۱۹۵۸ء میں جب صدر ایوب کا مارشل لاء لگا اور سیاسی جماعتیں خلاف قانون پا گئیں تو جمعیت نے نظام العلماء کے نام سے اپنا کام جاری رکھنے کا فیصلہ کر لیا نظام العلماء کا پہلا اجلاس لاہور میں ہو رہا تھا اور ایجنڈا میں دینی مدارس کی تنظیم کا آیٹم خاص طور پر وفاق المدارس کے مقابلہ پر رکھدیا گیا تھا جمعیت کا ہائی کمان الامیر حضرت شیخ التفسیر لاہوری قدس سرہ ناظم اعلےٰ حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ غرض حضرت مولانا عبدالواحد صاحب گوجرانوالہ مرحوم کے بغیر سبھی حضرات وفاق کے ساتھ مل کر کام کرنے کی سختی سے مخالفت کر رہے تھے مولانا عبدالواحد صاحبؒ نے اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہا تو خود حضرت الامیرؒ نے سختی سے ان کو ڈانٹا میں سب میں کم علم اور کم اثر و رسوخ رکھتا تھا بہت گھبرایا کہ خاموشی بھی جرم ہے اور بات کرنے کی بھی جرأت نہیں کیا کروں اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی اور ڈرتے ڈرتے میں نے پوچھ لیا کہ حضرت مابہ الاختلاف کیا ہے حضرت الامیرؒ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے ایک ایک خدشے کا اظہار فرمایا جس پر احقر نے وفاق کی جانب سے وہ دعوت نامہ سنایا جو کہ وفاق کے اس وقت کے امیر حضرت الاستاذ خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے مجھے ملا تھا۔ جس سے وہ خدشات ختم ہو سکتے تھے اسے سنتے ہی حضرت الامیر قدس سرہٗ نے فرمایا اس سے تو مسئلہ کی نوعیت ہی بدل گئی اب تو اس مسئلہ پر از سر نو غور ہونا چاہیئے آپ یقین کریں کہ یہ میٹنگ جو کہ عصر کے بعد ہو رہی تھی اسی میں مغرب سے پہلے پہلے بالاتفاق یہ قرارداد لکھ لی گئی کہ تنظیم مدارس اسلامیہ میں ہمارا مشورہ یہ ہے مدارس دینیہ تمام شکوک و شبہات سے بالاتر ہو کر وفاق المدارس میں شامل ہو جاویں چنانچہ دوسرے دن کے فیصلہ کن اجلاس میں کچھ بحث و تمحیص کے بعد صرف ایک قابل ذکر رائے کے سوا بالاتفاق یہ قرارداد پاس ہو گئی ــــ دینی مدارس بدنما انتشار سے بچ گئے علماء کا وقار بڑھ گیا خود ہاؤس کے ذہن پر اپنے قائدین کے اخلاص اور للہیت کا سکہ جم گیا آج دیوبند میں مدارس کی تنظیم سب سے بڑی تنظیم ہے لاکھوں کی بلڈنگ میں ملتان میں اس کا دفتر قائم ہے اور ہزاروں مدارس اس کے قبضہ میں ہیں اب تیس ۳۰ بتیس ۳۲ سال بعد کے بدلے ہوئے ذہن کو یہ کیسے باور کرایا جاوے کہ من تواضع للہ رفعہ اللہ ایک حقیقت ثابتہ ہے اور جسے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ۔

بہرحال ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں ان میں اسلامی سیاست تغییر باللسان ہے مگر نہ صرف زیرلب فتویٰ دیدینا بلکہ منکر کے خلاف تحریک چلانا۔ بالکل صحیح ہے کہ منکر منکر میں فرق ہے الاہم فالاہم کے اصول پر عمل کرنا اور کرانا ہوگا۔ مگر خود یہ مغربی جمہوریت یعنی حقیقی بالادستی کا اسمبلی کو حاصل ہونا ان کا ہر فیصلہ نہ صرف جائز النفاذ بلکہ واجب التعمیل ہونا جس کی کھلی مثال عورت کی سربراہی اور جعلوا القرآن عضین کی کافرانہ روش ہے کہ عدالت میں تو خیر مگر سیاسی معاملات اور حکومتی نظام شریعت سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اور انتخاب کا ہر بالغ رائے دہی کی بنیاد پر کرانا جس میں علم وجہل میں کوئی تمیز نہیں کی جاویگی اور متقین کو کا لفجار بننا پڑے گا۔ کیا اشد منکراً نہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس کے خلاف منتخب ممبروں نے تحریک چلائی ان ممبروں نے جو نظام اسلام قائم کرنے کے دعویٰ سے اسمبلیوں میں پہنچے ہیں ان جماعتوں نے جو اسی بنیاد پر قائم ہوئے ہیں کہ اسلامی نظام ہی ہمارا اصل مقصد ہے۔ جمعیتہ علماء اسلام کے دور اول کی قرار دادیں آپ پڑھیں کیا ان میں یہ مسئلہ ۱۹۵۶ء سے ہی طے شدہ نہیں کہ جداگانہ انتخاب اور مخلوط انتخاب دونوں شرعاً ناجائز ہیں ملک کی ایسی با اختیار مقننہ جس کا کام اسلام کے مطابق قانون سازی کرنی ہے اس میں کوئی غیر مسلم شریک نہیں ہو سکتا کیا دستور ۱۹۵۶ء پر تنقیدی جائزہ کمیٹی جو جمعیت علماء کی جانب سے بنی تھی اور جس میں سیدی حضرت افغانی رح علامہ خالد محمود سلمہ اور مولانا مفتی محمود صاحب رح اور شیخ حسام الدین مرحوم تھے کیا اس میں خود مولانا مفتی محمود صاحب رح کے یہ الفاظ موجود نہیں کہ ملک کے با اختیار قانون ساز اسمبلی میں کسی غیر مسلم کی شرکت اسلام سے استہزاء ہے اسلام میں تحریف کے مترادف ہے جمعیت کا فرض ہے کہ وہ اس کے خلاف تحریک چلائے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ۱۹۵۸ء کے بعد آج تک ان دو باتوں کے لیے کب تحریک چلی کس ممبر نے اندر سے یہ آواز اٹھائی اس کے لیے کتنا کام ہوا۔۔۔ اگر آپ کہیں کہ نظام مصطفیٰ اور شریعت محاذ وغیرہ تحریکیں اسی کے لیے چلیں تو بڑے افسوس سے میں اس سے اتفاق نہ کرسکونگا۔ آپ خود بنظر انصاف فرمائیں کہ اگر نظام مصطفےٰ سے مراد اور شریعت محاذ سے آپ کا مقصد اسمبلی کی نہیں صرف قرآن وسنت کی بالادستی تھی اگر شریعت محاذ سے مراد آپ کی اسمبلی میں واقعی کسی غیر مسلم کو شریک نہ کرنا تھا تو یہ ہر قسم کے سیکولر جماعتیں کیسے آپ کے ساتھ ہوگئی تھیں گول مول اسلام سے آپ دل ہی دل میں حقیقی اسلام لے رہے تھے اور وہ ماڈرن اسلام ہی مانگ رہے تھے فرمائیے کامیاب کون رہا۔۔۔۔ اسلامی سیاست ان حالات میں صرف تغییر باللسان ہے مگر بطور تحریک کے اور واضح اسلام کا نعرہ لگا کر کہ اسمبلی میں کسی غیر مسلم کی گنجائش نہیں حقیقی بالادستی ہرگز اسمبلی کو حاصل نہیں۔ ان صاف اور واضح مطالبات سے گریز کرنا معاف رکھیں آپ

علمائے مغربی جمہوریت کو پروان چڑھا رہے ہیں اور ایسے میں ہرگز سو سال تک بھی پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنا ایک بے معنی خواب رہے گا ۔ آپ یقین رکھیں ۔ کہ دنیا اب اس طرف آ رہی ہے نعرہ جمہوریت کو چھوڑ کر دوسرے نعروں کی پناہ لے رہی ہے، آپ سیاست دانی کے زعم میں واضح اسلام مقصد بنانے سے کتراتے رہیں گے تو یار لوگ منزل کو پالیں گے لیکن اس سے مستند خلفاء راشدین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بلکہ خیر القرون مشہود لہا بالخیر والا اسلام نافذ نہیں ہوگا ۔ کیونکہ باگ ڈور جن کے ہاتھ میں ہوگی وہ یا تو انکار حدیث کے مریض ہیں یا صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغض رکھنے والے ہیں یا حکمت عملی کے نام سے توحید و رسالت کے سوا عام احکام اسلام کو سبوتاژ کرنے والے یا کم از کم فقہاء اسلام کی تحقیقات سے مستغنی ہو کر خود ساختہ مجتہد ہیں ۔۔۔۔ آپ واضح اسلام سے نہ شرمائیں اپنی جماعت کو واضح اسلام پر مجبور کریں تو انشاء اللہ مقصود دو گام ہے احدی الحسنیین کی کامیابی آپ کے قدم چومے گی ۔۔۔۔ اس طویل نصدعہ اور مکرر سہ کرر عرض کرنے کا حاصل یہ ہے کہ تغییر باللسان کے سوا کوئی راستہ نہیں تحریک کا مقصد صرف سڑکوں پر لے آنا لازم نہیں بلکہ اپنے نصب العین کو عام تقریروں میں بار بار دھرانا حسب موقعہ قرار دادوں کا پاس کرانا ایام منانا یہی ہے جس طرح صدر ایوب کو بھگانے میں عائلی قوانین اور خاندانی منصوبہ بندی کی مخالفت کو اہمیت دی گئی تھی، اسی طرح واضح اسلام کا نعرہ لگائیں مخالفین اسلام کے طعنوں سے نہ گھبرائیں لایخافون لومۃ لائم پر عمل کریں یا پھر یہ اعلان کریں کہ جمعیت کے دور اول کی قرار دادیں کہ جداگانہ اور مخلوط انتخاب دونوں غیر اسلامی ہیں با اختیار مقننہ میں کوئی غیر مسلم شریک نہیں ہوگا آخری اختیار اسمبلی کو نہیں حاکمیت اعلیٰ صرف ذات احکم الحاکمین کو ہے الخ یہ سب غلط تھیں یا منسوخ ہو چکی ہیں جو کچھ کرنا ہے برملا کریں ۔ تاکہ قوم دورنگ اور دودلی سے بچ جاتے ۔

(الوٹ) اس موضوع پر گذشتہ دو پرچوں میں ارباب علم وفضل کی آراء شائع ہو چکی ہیں ۔ حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی تحریر سے بھی اہل علم اور ارباب بصیرت کا سو فی صد متفق ہونا ضروری نہیں ادارہ اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے اہل علم کو اس موضوع پر اظہار رائے کا داعی ہے ۔ (ادارہ)

ہاضمہ خراب ہو تو...

...سونے کا نوالہ بھی بے وقعت!

کھانے کا وقت ہو اور
بُھوک نہ لگے تو یہ معدے
اور جگر کی خرابی کی علامت
ہے۔ ایسی صورت میں
نئی کارمینا لیجیے۔
زود اثر نئی کارمینا فوری
طور پر فعلِ ہضم درست
کرتی ہے اور معدے کی
اصلاح کرتی ہے۔
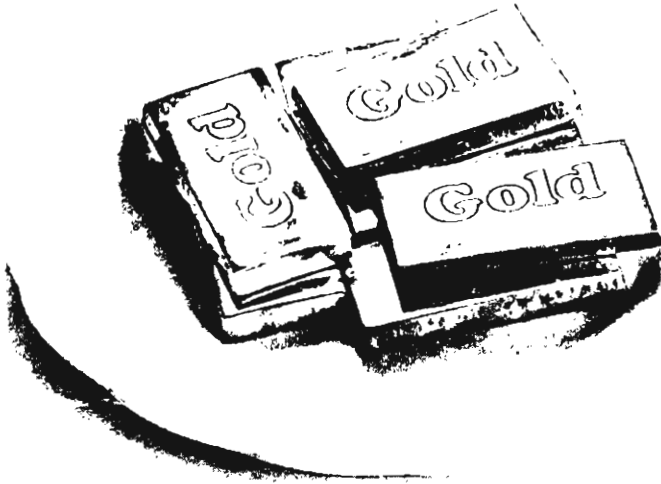
- درد شکم میں نئی کارمینا کی دو ٹکیاں نیم گرم پانی کے ساتھ استعمال کریں
- بد ہضمی، قے یا متلی کی شکایت میں نئی کارمینا کی دو ٹکیاں چوسیں
- نئی کارمینا کی دو سے چار ٹکیاں باقاعدگی کے ساتھ رات کو سوتے وقت نیم گرم پانی سے استعمال کی جائیں تو دائمی قبض سے نجات مل جاتی ہے۔
- بھوک کی کمی کی شکایت میں صبح ناشتے سے پہلے، دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل نئی کارمینا کی دو ٹکیاں چوسیے۔

بچوں کو حسب عمر آدھی یا
ایک ٹکیہ نئی کارمینا دیجیے

نظامِ ہضم کی اصلاح کے لیے پُرتاثیر ہاضم ٹکیاں

نئی کارمینا

خوش ذائقہ — ہمیشہ گھر میں رکھیے

Adarts-CAR-2/9

پی۔این۔ایس۔سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔
پی۔این۔ایس۔سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہازراں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہازراں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ

علم نحو کی اہم تصنیف

مغنی اللبیب
ایک تعارف

از جناب عبدالمالک ندوی صاحب ریسرچ فیلو شعبہ عربی اے ایم یو علی گڑھ

وہ علماء جن کی شخصیت مسلمانوں کی علمی تاریخ کی روشنی میں بڑی جامع سمجھی جاتی ہے، جنہیں علوم و فنون میں عالمانہ بصیرت اور بالغ نظری حاصل تھی، جنہوں نے بیشتر علوم وفنون پر مجتہدانہ کتابیں لکھی ہیں، جن کی کتابوں کو عربی زبان وادب میں مصدر اور اساس کی حیثیت حاصل ہے، ان میں مغنی اللبیب کے مصنف ابن ہشام[1] بھی ہیں جنہوں نے اپنی اس کتاب اور اس طرح کی دوسری تصنیفات کی بنا پر ابن خلدون کو اپنی شہرۂ آفاق مقدمہ میں "انحی من سیبویہ" کہنے پر مجبور کر دیا۔ علامہ بدرالدین دمامینی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے ابن خلدون کا صاحب کتاب سے غیر معمولی تأثر کا اندازہ ہوتا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے شیخ قاضی القضاۃ ولی الدین ابن خلدون کی مجلس میں تھا اور وہ بڑی وارفتگی کے عالم میں ابن ہشام کی تعریف کر رہے تھے، اتفاق سے اس مجلس میں ابن ہشام کے صاحبزادے شیخ محب الدین بھی موجود تھے، ابن خلدون نے ان سے کہا کہ آج اگر سیبویہ زندہ ہوتے تو ان کے لیے تمہارے والد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا، شیخ محب الدین نے جواب دیا کہ میرا خیال ہے کہ اگر میرے والد نے سیبویہ کی "الکتاب" کو سمجھ لیا ہے تو یہی ان کے لیے باعث شرف ہے[2]

ابن ہشام کثیر التصانیف علماء میں سے ہیں، کثرت تصنیف اور حسن تصنیف دونوں ان کی اہم خصوصیات

---

[1] ان کی علمی و ادبی شخصیت پر خاکسار کا مقالہ "علم نحو کا امام ابن ہشام" ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ماہ اگست ۱۹۷۱ء کے شمارے میں ملاحظہ کیجئے۔ [2] شرح الامیر ۲/۲۶

ہیں ان کی تصنیفات میں متعدد کتابیں اس کی مستحق ہیں کہ ان کا مفصل تعارف کرایا جائے اور ان کے مضامین اور فوائد کی تلخیص کی جائے لیکن اس کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے ہم یہاں تعارف و تبصرہ کے لیے ان کی جلیل القدر تصنیف "مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب" کا انتخاب کرتے ہیں، اس لیے کہ ان کی تصنیفات میں علمی حیثیت سے یہ تصنیف اس کی مستحق ہے کہ اس کا مفصل تعارف اور تبصرہ پیش کیا جائے، یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے، طہران میں سب سے پہلے ۱۲۷۴ھ میں اور پھر مصر سے ۱۳۰۲ھ، ۱۳۰۷ھ اور ۱۳۱۲ھ میں شائع ہوئی، پھر شیخ محمد محی الدین عبدالحمید نے اس کتاب کو ایڈٹ کیا، دوبارہ مازن المبارک اور علی محمد اللہ نے سعید الافغانی کے زیر نگرانی اس کو ایڈٹ کیا اور ۱۳۸۴ھ میں بیروت سے زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئی۔

جس چیز نے ابن ہشام کو اس کتاب کی تصنیف پر آمادہ کیا وہ ان کی کتاب "الاعراب عن قواعد الاعراب" کی غیر معمولی مقبولیت ہے جس کو ابن ہشام نے مغنی کے انداز پر پہلی مرتبہ ۷۴۹ھ میں مکہ مکرمہ میں تصنیف کی تھی، مگر پھر سفر مصر کے دوران وہ کتاب کھو گئی، چنانچہ ابن ہشام جب دوبارہ مکہ مکرمہ کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے تو اس دوران ۷۵۶ھ میں دوبارہ اس کتاب کی تصنیف کی طرف متوجہ ہوئے چنانچہ کہتے ہیں قد کنت فی عام ۷۴۹ انشأت بمکۃ کتاباً فی الاعراب، ثم انتنی اصیبت به وبغیره فی منصوص الی مصر ولما من اللہ علی فی عام ۷۵۶ بمعاودۃ حرم اللہ والمجاورۃ فی خیر بلاد اللہ شمرت عن ساعد الاجتہاد ثانیاً واستأنفت العمل لا کسلا ولامتوانیا ووضعت ھذا التصنیف، وتتبعت فیه مقفلات مسائل الاعراب فافتحتھا، و معضلات یستشکلھا الطلاب فاوضحتھا ونقحتھا واغلاطا وقعت لجماعۃ من المعربین وغیرھم فنبھت علیھا واصلحتھا الخ

یہ کتاب حروف (ادوات) کے معانی، جملہ اور شبہ جملہ کی حالت، احکام اعراب کی توضیح و تشریح اور نحویوں کے درمیان مروجہ غلطیوں کی تصحیح پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

مغنی اللبیب کے مشتملات: ابن ہشام نے اپنی کتاب (مذکور) کو آٹھ قسموں میں تقسیم کیا ہے، پہلی قسم میں انہوں نے مفردات کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے دی ہے، پہلے حرف کو دوسرے پھر تیسرے حرف سے مرکب کرکے اور ایسے ہی ہر حرف کا علیحدہ علیحدہ ذکر، اس کے معنی استعمال کے مختلف وجوہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ آیات، احادیث، اشعار اور کلام عرب سے دلیلیں پیش کرتے ہوئے اس کے متعلق علماء فن کی آراء بھی زیر بحث لاتے ہیں اور پوری دیانتداری

کے ساتھ ہر رائے کی نسبت صاحب رائے کی طرف کرتے ہیں، وہ صرف علماء کے منقولات اور ان کے اقوال ہی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ خود ان کی بھی ایک رائے ہوتی ہے، جس کو وہ پیش کرتے وقت اس کی صحت پر دلیلیں قائم کرتے ہیں اور اس رائے سے تعارض کرنے والے کوفہ وبصرہ کے نحویوں کی رایوں کا معقول جواب دیتے ہوئے ان کی غلطی ثابت کرتے ہیں۔

علامہ موصوف کی شخصیت اس وقت اور زیادہ مشہور ومعروف ہوگئی جب انہوں نے ابو حیان کی تفسیر پر تنقید کی اور زمخشری کی تفسیر کا رد اس انداز سے کیا کہ اپنی حجت قاطعہ سے ان کی رایوں کو باطل کردیا۔ اس کو علامہ کی بے باکی اور جرأت نہیں تو اور کیا کہا جائے گا کہ جس طرح انہوں نے ابن عصفور، ابن السراج، ابن مالک، ابن خروف اور اخفش جیسے نحویوں کی کو بے سند بتایا ہے اسی طرح انہوں نے ابن خالویہ کو بھی معمولی درجہ کے نحویوں میں شمار کیا ہے، قسم اول میں مفردات کی یہ خاص بحث نصف سے زائد کتاب تک پھیلی ہوئی ہے

دوسری قسم: اس میں خصوصیت سے جملوں سے بحث کی گئی ہے، جس میں جملوں کی تفسیر اور صغری وکبری میں اس کی تقسیم کا ذکر ہے، پھر ایسے سات جملوں کا ذکر ہے جن پر اعراب نہیں آتے یا وہ محل اعراب نہیں ہوتے، اور دوسرے خاص طرح کے ایسے سات جملے جو محل اعراب ہوتے ہیں زیر بحث لائے گئے ہیں اور آخر میں معرفہ ونکرہ کے احوال بتانے کے بعد جملے کے احکام بتائے گئے ہیں۔

تیسری قسم: اس میں ان احکامات کا ذکر ہے جو جملہ سے کسی درجہ مشابہ ہوتے ہیں، جیسے ظرف، جار مجرور اور ان سے متعلق احکامات۔

چوتھی قسم: اس چیز کے بیان میں ہے جس کے ذریعہ اسم اور خبر، فاعل ومفعول، عطف بیان اور بدل، اسم فاعل اور صفت مشبہ، حال اور تمیز کی صحیح پہچان اور ان کے درمیان فرق وامتیاز کا علم حاصل ہوتا ہے، نیز حال کے اقسام، اسمائے شرط واستفہام کے اعراب، ابتداء بالنکرہ کی خصوصیات، عطف کے اقسام، عطف الخبر علی الانشاء، جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر، جملہ فعلیہ کا عطف اسمیہ پر، دو عامل کا عطف دو معمولوں پر، نیز ان مواضع کا ذکر جن میں ضمیر کا لوٹنا لفظاً اور رتبۃً متاخر ہو اور ان ضمیروں کا حال جن کو بطور فصل متعین کیا گیا ہو، جملہ کے روابط، اس کی ضمیر کے ساتھ اور اسم کے وہ امور جو اضافت سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ امور جن کے ساتھ صرف فعل ہی لازم آتا ہے، اور ایسے ہی وہ امور جن سے فعل لازم کو متعدی بنایا جاتا ہے، یہ تمام مباحث پوری تفصیل کے ساتھ اس قسم میں مذکور ہیں۔

پانچویں قسم: یہ قسم ان مباحث پر مشتمل ہے کہ کہاں کہاں مقتضی ظاہر اور صحت معنی کی رعایت ملحوظ ہوئی، ایسے اس چیز کی عدم تخریج جس کا ثبوت عربی قواعد وضوابط سے نہ ہوتا ہو یا وہ امور بعیدہ

کی تخریج یا مبتدا کے ابواب میں بعض محتمل الفاظ کا عدم استعمال، کان اور اس کی جگہ استعمال ہونے والے افعال، مشابہ منصوبات یا وہ منصوبات جو مصدر یا مفعول ظرف یا مفعول بننے کا احتمال رکھتے ہوں، اور وہ مفعول بہ، مفعول معہ جو استثنار بننے کا احتمال رکھتے ہوں اور ایسے ہی وہ حال جو تمیز بننے کا اور وہ فاعل اور مفعول جو حال بننے کا احتمال رکھتے ہوں، فعل اسم موصول، توابع اور حروف جو وغیرہ کا اعراب پھر مفرد مسائل کا ذکر کرتے ہوئے ان شرطوں کا بیان ہے جو کہیں تو لازم آتا ہے اور کہیں اس کے برعکس۔

چھٹی قسم: یہ باب نحویوں کے درمیان رائج غلطیوں اور اس کی حقیقت کی جانب نشاندہی کرتی ہے

ساتویں قسم: اعراب کی کیفیت سے متعلق ہے۔

آٹھویں قسم: جو کتاب کا آخری باب ہے اس میں ایسے کلیات کا ذکر ہے جن سے بیشمار جزئیات کا استخراج کیا جا سکتا ہے، اس باب میں گیارہ قواعد کلیہ مذکور ہیں، اور ہر قاعدے میں بیشمار مثالیں اور شواہد بیان کیے گئے ہیں۔

مغنی اللبیب کی امتیازی خصوصیات

مغنی اللبیب کی تصنیف ایک بالکل نئے انداز کی ہے، اس کی ترتیب ان تمام کتابوں کی ترتیب سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو عربی زبان میں فن نحو پر لکھی گئیں اور انہیں امہات کتب کہا گیا، اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر بات کو بہت ہی واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے، عربی زبان و بیان کے تمام مسائل نیز اعراب کا علم شامل کتاب ہے، بایں ہمہ کتاب ایسے تکرار سے پاک ہے جو سقم و عیب کا باعث ہوتے کے ساتھ قاری کی طبیعت میں انقباض و تکدر پیدا کرتے ہیں ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب میں نے کتب اعراب کو ذرا غور سے دیکھا تو وہ اسباب جو ان کی طوالت کے مقتضی ہوتے نہیں تھے۔

(۱) کثرت تکرار ہے جس کی وضع قوانین کلیہ کی افادیت کے لیے نہیں بلکہ جزئی صورتوں پر کلام کرنے کے لیے ہوتی ہے، لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ لوگ (ان کتابوں کے مصنفین) کسی خاص ترکیب پر کلام کرتے ہیں پھر جہاں اس جیسی ترکیبیں دوبارہ آئیں وہاں انہوں نے پھر اسی بات کا اعادہ کیا۔ [۱]

(۲) مغنی اللبیب کی تبویب و ترتیب میں ابن ہشام کی ذاتی خود اعتمادی صاف طور پر دیکھی جا سکتی ہے جو ان کے علاوہ متقدمین نحویوں کے یہاں تقریباً مفقود ہے، اور مغنی اللبیب کی تالیف میں ان کا انداز نگارش گویا اپنے پیش رو نحویوں کی خامیوں، تحریر کی غلطیوں سے بچنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

---

[۱] مغنی اللبیب ص ۲۵ (مقدمۃ المؤلف)

(۳) ابن ہشام نے اپنی کتاب میں اپنے موقف کی وضاحت کے لیے قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ سے کثرت سے استشہاد کیا ہے، انہوں نے خود مغنی کے مقدمہ میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ان کا مقصد اس کتاب کی تالیف سے کلام اللہ اور حدیث نبوی کے افہام و تفہیم میں آسانی پیدا کرنا ہے۔

(۴) اسی طرح انہوں نے اشعار سے بھی استدلال کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ سیوطی نے مغنی کے اشعار کی شرح کے لیے الگ ایک کتاب "شرح شواہد المغنی" تصنیف کی جو زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

اسی طرح قرآنی آیات اور ادبی شہ پاروں سے استشہاد کی کثرت کی وجہ سے کتاب کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، اور وہ نحو اور اس کے قواعد میں جو روکھا پن پایا جاتا ہے اس میں تخفیف ہے چنانچہ جہاں مغنی اعرابی نکات کی توضیح و تشریح پر ایک جامع کتاب ہے وہیں اس کو ادب عالیہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے، میرے خیال میں شیخ احمد المعروف بالکاتب نے مغنی کے اختصار کا نام "قراضة الذہب فی علمی النحو والادب" رکھ کر اسی حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔

(۵) اس کتاب میں ابن ہشام کا پرشکوہ انداز نگارش ان کی دوسری کتابوں کے طرز نگارش سے یکسر مختلف ہے، اس کتاب کے اسلوب تحریر کو علمی اسلوب کے زمرے میں رکھا جا سکتا ہے جہاں متانت و سنجیدگی بھی ہے اور گیرائی و گہرائی بھی، جو ان کی نثر میں تخلیقی عناصر کی شمولیت کا پتہ دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قاری کو اس کتاب سے مستفید ہونے کے لیے کافی غور و خوض سے کام لینا پڑتا ہے۔

یہی وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اس کتاب کو مصنف کے زمانہ سے اب تک عالم اسلام کے علمی حلقوں میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

مغنی اللبیب کی شرحیں:

ابن ہشام کی تصنیف مغنی اللبیب سے عربی زبان و ادب، سے دلچسپی رکھنے والا شاید ہی کوئی شخص ناواقف ہو، کسی بھی تصنیف کی مقبولیت کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اس پر شارحین و محشین کی ایک بڑی جماعت نے کام کیا ہو، اس اعتبار سے "مغنی اللبیب" کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کہ تقریباً پچیس علماء کبار نے اس کی شرح و تعلیق اور دیگر خدمات انجام دی ہیں، ان میں ابوالعباس احمد بن محمد الشمنی بدر الدمامینی، شمس الدین المالکی، علامہ جلال الدین السیوطی وغیرہ پایہ کے علماء و ادباء قابل ذکر ہیں۔

مغنی اللبیب کے متعدد قلمی نسخے دنیا کے مختلف ملکوں مصر، ترکی، عراق، حجاز، یمن کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، زمانہ تالیف پر کئی صدیاں گذر جانے کے بعد بھی لوگوں کی طلب اور توجہ میں کمی نہیں

آئی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج کے دور میں بھی وہ علماء اور طلباء کے درمیان اسی طرح مقبول ہیں۔

مغنی اللبیب کی علماء و طلبہ کے درمیان عظمت و مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ابن ہشام کے نزدیک اس کتاب کی تالیف کا مقصد کسی امیر کی رضا و خوشنودی، بادشاہ کی قربت دینوی جاہ و منصب کا حصول، عطیہ، سلطان، خلعتِ شاہانہ یا انعام و اکرام حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ وہ یہ احساس کرتے ہوئے کہ فہم قرآن و تشریح حدیث کی ایک بنیادی ضرورت اعراب کا علم ہے اور مسلمان دینی اعتبار سے اس علم کے حاجت مند ہیں، مغنی کی تصنیف پر آمادہ ہوئے، یہ مقصد مصنف کی اس عبارت سے صاف واضح ہے۔

فان اولیٰ ما تقترحه القرائح واعلیٰ ما تجنح الی تحصیله الجوانح ما تیسر به فهم کتاب المنزل، ویتضح به معنی حدیث نبیه المرسل فانهما الوسیلة الی السعادة الابدیة والذریعة الی تحصیل المصالح الدینیة والدنیویة واصل ذالك علم الاعراب الهادی الی صوب الصواب"

ذیل میں ہم ان کاوشوں کا مختصر سا جائزہ پیش کرتے ہیں جو زمانہ تالیف سے لے کر آج تک ان پر کیا گیا ہے۔

۱۔ شیخ تقی الدین ابی العباس احمد بن محمد الشمنی نے "المصنف من الکلام علی مغنی ابن هشام" کے نام سے اس کتاب کی شرح لکھی۔

۲۔ شیخ شمس الدین بن الصائغ الحنفی نے اس پر تعلیق تحریر کی اور اس کا نام "تنزیه السلف عن تمویه الخلف" رکھا۔

۳۔ علامہ بدرالدین الدمامینی نے ۸۲۸ھ میں اس پر تعلیق لکھی۔

۴۔ علامہ بدرالدین الدمامینی المصری نے ایک اور شرح لکھی جس کا نام "تحفة الغریب بشرح مغنی اللبیب" ہے جو ۸۱۸ھ میں مکمل ہوئی۔

۵۔ بدرالدین الدمامینی نے ایک دوسری شرح "ایضاح المتن" کے نام سے لکھنا شروع کی جس میں حرف فاء تک پہنچ پائے اور اسے مکمل نہیں کر سکے۔

۶۔ شمس الدین المالکی النحوی نے "کافی المغنی" کے نام سے تین جلدوں میں اس کی شرح لکھی۔

۷۔ علامہ سیوطی نے ایک حاشیہ بھی لکھا اور اس کا نام "الفتح القریب فی حواشی مغنی اللبیب" رکھا۔

۸۔ علامہ سیوطی نے مغنی اللبیب اور مغنی کے ان اشعار کی شرح کی جو انہوں نے بطور استشہاد پیش کیے ہیں
۹۔ احمد بن محمد الحلبی المعروف بابن اعلا نے ایک شرح لکھی۔
۱۰۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن الزمردی (۷۷۶ھ) نے مغنی پر حاشیہ تحریر کیا۔
۱۱۔ مولی مصطفیٰ بن پیر محمد المعروف بعزمی زادہ (۱۰۴۰ھ) نے بھی مغنی پر حاشیہ لکھا۔
۱۲۔ وحی زادہ رومی (۱۰۱۸ھ) نے چھ جلدوں میں مغنی کی شرح لکھی جس کا نام "مواہب الاریب" رکھا
۱۳۔ قاضی مصطفیٰ انطا کی (۱۱۰۰ھ) نے شرح لکھی۔
۱۴۔ ابو نجا مصری نے "نظم المغنی" کے نام سے ایک کتاب لکھی اور پھر اس کی شرح لکھی۔
۱۵۔ نور الدین العلی المصری نے ایک شرح لکھی۔
۱۶۔ شیخ محمد بن عبدالمجید الشافعی السوی نے "دیوان الادیب فی مختصر مغنی اللبیب" کے نام سے اس کتاب کا اختصار پیش کیا جو ۹۶۰ھ میں مکمل ہوئی۔
۱۷۔ البیجوری (۸۶۳ھ) نے مختصر لکھی۔
۱۸۔ شیخ احمد المعروف بالکاتب نے "قراضۃ الذہب فی علمی النحو والادب" کے نام سے اس کی مختصر لکھی اور صرف باب تک ہی لکھ پائے۔
۱۹۔ روض الدین حنبلی حلبی نے "مغنی الحبیب علی مغنی اللبیب" کے نام سے ایک شرح لکھی۔
۲۰۔ احمد بن محمد الرومی المعروف بآسیہ ملا المفوض (۱۰۱۰ھ) نے اس کی شرح لکھی۔
۲۱۔ نعمت امام الجزائری نے ایک شرح تحریر کی۔
۲۲۔ سید ابراہیم بن احمد بن محمد العیانی الیمنی (۱۱۰۰ھ) نے مغنی پر حاشیہ تحریر کیا۔

اس کثرت سے اس کتاب پر حواشی اور شروحات کا لکھا جانا اس کتاب کی اہمیت و مقبولیت اور اثر اندازی کی روشن دلیل ہے۔

مغنی اللبیب کی مقبولیت اور ماہرین فن کا اعتراف

ابن ہشام کے موافق و مخالف علماء نے جس کثرت سے کتاب پر شروح و حواشی تحریر کیے ہیں وہ اس امر کا زندہ ثبوت ہیں کہ یہ اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ چنانچہ ان کے معاصر علماء نے ان کے اس کارنامے کی عظمت کا بڑی فراخدلی سے اعتراف کیا ہے "ابن خلدون" نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "العبر و دیوان المبتدا والخبر" میں علم نحو پر کلام کرتے ہوئے اس کتاب کی عمدگی اور مصنف کی مہارت فن کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے "اب جب کہ اسلامی

دنیا کی آبادی روبزوال ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صنائع وعلوم بھی روبہ تنزل ہیں، تو علم نحو بھی ختم ہوتا جارہا ہے، اس زمانہ میں ایک فاضل مصنف جمال الدین بن ہشام مصری کی المغنی نامی ایک تصنیف ہمارے ہاتھ لگی ہے، اس میں احکام اعراب مجمل ومفصل سب درج ہیں اور فاضل مصنف نے حروف مفردات اور جمل پر اچھی بحثیں کی ہیں اور تکرار شدہ باتوں کو اکثر ابواب نحو سے قلم زد کر دیا ہے اور اعراب قرآن کے نکتے ابواب وفصول کی شکل میں زیر بحث لاتے ہیں، اور تمام قواعد علمیہ کو نظم وترتیب سے ضبط کیا ہے، غرض اس کتاب سے زبردست ذخیرۂ علمی ہمارے ہاتھ لگا ہے، اور اس سے اس امر کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ اس علم میں فاضل مصنف کا مرتبہ کس قدر بلند ہے "۔ خلاصہ یہ کہ ان کی یہ تصنیف ان کا ایک عجیب کارنامہ ہے اور ان کی بے پناہ قابلیت اور علمی مہارت کی صحیح ترجمانی ہے ۔

طاش کبری زادہ نے اس کتاب کو فن نحو پر ایک مبسوط کتاب شمار کیا ہے جس میں ابن ہشام نے حسب ضرورت اختصار اور تفصیل سے کام لیتے ہوئے اعراب کے احکام کا احاطہ کیا ہے ۔

بدر الدین الدمامینی نے کتاب سے متعلق اپنا تأثر ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

ألا انما مغنی اللبیب مصنف جلیل بہ النحوی یحوی امانیہ

وما ھو الا جنة قد تزخرفت اما تنظروا الابواب فیہ ثمانیہ

ترجمہ: مغنی اللبیب ایک ایسی تصنیف ہے جس سے کبار نحویین کی امیدیں وابستہ ہیں وہ تو آراستہ ومزین جنت ہے جس کے آٹھ دروازے ہیں)

شہاب الخفاجی نے بھی مغنی اللبیب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

مغنی اللبیب جنة ابوابھا ثمانیة

اما تراھا وھی "لا" تسمع فیھا لاغیة

ترجمہ: مغنی اللبیب تو ایک جنت ہے جس کے آٹھ دروازے ہیں، ارے دیکھو تو وہ ایک ایسی کتاب ہے جہاں کوئی بے ہودہ بات سننے میں نہیں آئے گی ۔

علامہ بہاء الدین قراطی نے ان اشعار کے ذریعہ مغنی اللبیب کی مدح سرائی کی ہے ۔

حلا ابن ھشام من اعادیہ لنا عروسا علیھا غیرہ الدھر لا یبنی

وابدی لاصحاب اللسان مصنفا یفدی لعین کلما حل فی اذنی

ولقبہ مغنی اللبیب فاصبحوا وما منھم الا فقیر الی المغنی

(بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

قارئین بنام مدیر

افکار وتاثرات

- اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام کی ٹھیکیدار کب سے؟
  محمد طیب اسعدی کراچی۔
- میز اور کرسی پر کھانا کھانے سے متعلق ایک علمی تحقیق / مولانا محمد علی حقانی۔
- دیار مغرب کے انداز نرالے ہیں۔
  محمد اسلم رانا لاہور

اسلامی نظریاتی کونسل: اسلام کی ٹھیکیدار کب سے

۲۸ جولائی ۱۹۹۴ء۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وفاقی وزیر قانون جناب سید اقبال حیدر کا سینٹ میں ارشاد فرمودہ بیان شائع ہوا ہے کہ "فتویٰ دینے کا اختیار اسلامی نظریاتی کونسل یا کسی اور ذمہ دار ادارہ کو دیا جائے۔ انہوں نے کہا اسلام کے ٹھیکیداروں نے اسلام کی تشریح اور فتویٰ دینے کا اختیار خود ہی لے رکھا ہے۔" (روزنامہ جنگ کراچی) جواباً گزارش ہے کہ

۱۔ مفتی وہی ہے جو جواب دیتے وقت اپنے دل میں خوف خدا کا پورا احساس رکھتا ہو، اور جو جواب دے خوب دیکھ بھال کر، تاکہ اس کی اپنی دانست میں کوئی غلطی باقی نہ رہ جائے۔

(مقدمہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۷۸)

۲۔ مفتی اس حدیث کو ہر وقت پیش نظر رکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے خلاف وہ بات کہے جو میں نے کہی نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

(سنن ابو داؤد)

۳۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اسے چاہیئے کہ جواب سے پہلے اپنے آپ کو جنت و دوزخ پر پیش کرے اور سوچ لے کہ آخرت میں اسے چھٹکارا کیونکر حاصل ہوگا

۴۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ جس نے اپنے کو فتویٰ کے لیے پیش کر دیا اس نے ایک امر عظیم کو اٹھا لیا، جب تک ضرورت مجبور نہ کر دے اس منصب پر فائز ہونے کی جرأت نہ کرے۔

۵۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مسند افتاء پر وہی بیٹھنے کی جرات کرے جو وجوہ قرآن، اسانید صحیحہ اور سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے طور پر واقف ہو۔

۶۔ ایک مرتبہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ فتویٰ دینا جائز نہیں ہے مگر اس شخص کو جو کتاب وسنت کا عالم ہو۔ (اعلام الموقعین ص۲۵۲ ج ۲)

۷۔ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ اصولیین کے رائے طے پا چکی ہے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہو۔ باقی وہ غیر مجتہد شخص جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہے مفتی نہیں ہے۔ (ردالمحتار ص ۴۶ ج ۱)

۸۔ ایسا ماہر فتویٰ دے سکتا ہے جس نے لائق وفائق اور اہل علم سے اخذ علم کیا ہو اور اسے خود اس فن میں مہارت تامہ اور ملکہ راسخہ اس طرح حاصل ہو چکا ہو کہ وہ صحیح کو غیر صحیح سے متمیز کر سکے اور مسائل اور اس کے متعلقات سے قابل اعتماد طور پر واقف ہو، البتہ یہ ایسا شخص ہے جو لوگوں کو فتویٰ دے سکتا ہے اور اس لائق ہے کہ یہ بندوں اور خدا کے درمیان واسطہ بن سکے۔ (عقود رسم المفتی ص۵)

۹۔ مفتی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی ماہر استاذ کا تربیت یافتہ ہو اور قواعد شرع کی صحیح معرفت رکھتا ہو۔ آج کل کے دور میں یہ ادنیٰ شرط ہے۔ (ایضاً ص ۴)

۱۰۔ مفتی کے لیے عرف زمانہ کی معرفت اور اپنے دور کے لوگوں کے احوال سے واقفیت ہو۔ (ایضاً)

۱۱۔ کسی قابل اعتماد ماہر فقیہ و مفتی کے پاس رہ کر اس نے فتویٰ نویسی کا سلیقہ باضابطہ سیکھا ہو۔ (ایضاً)

اسی لیے بہت سے مسائل کا جواب اہل زمانہ کی عادات کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔ جن میں شریعت کی مخالفت کا شائبہ نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت امام محمدؒ رنگریزوں سے ان کے فن کے احوال معلوم کرتے تھے، تاکہ فتویٰ دینے میں آسانی ہو۔

۱۲۔ مفتی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس سے غلطیاں بہت کم ہوتی ہوں۔ ورنہ وہ لائق افتاء نہیں ہے۔ (ایضاً ص۲۲)

اسی طرح اور بے شمار شرائط مفتی کے لیے ہیں۔ ہمارے محترم وزیر کو چاہیئے کہ وہ ان شرائط کا بغور مطالعہ کریں اور نظریاتی کونسل جو آپ کی نظر میں "اسلامی" ہے میں کتنے رکن فتویٰ دینے کے اہل ہیں اللہ کے فضل سے سب ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں۔

کیا اس کونسل کے اراکین بشمول چیئرمین، کسی میں نیت صالح قرآن و حدیث کا علم، حلم و وقار، مسائل میں بصیرت اور ان میں ثابت قدمی کی شان بقدر ضرورت ذرائع معاش، لوگوں کے احوال کی معرفت بلند کرداری، عفت مآب، کامل العقل، بردبار، نرم خو، دیندار، عاقل و فہیم، دوراندیش، بیدار مغز

عادل اور صاحب صلاح و تقویٰ ہے؟ اہلِ دانش اور اہلِ عقل کا جواب نفی میں ہوگا۔ نظریاتی کونسل کے چیئرمین "الجواب صحیح" لکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ علم اس طرح نہیں ختم کریں گے کہ لوگوں کے سینوں سے اسے زبردستی کھینچ لیا جائے۔ بلکہ علم، علماء کے اٹھ جانے سے ختم ہوگا۔ جب کوئی عالم باقی نہ بچے گا تو اس وقت لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنائیں گے۔ چنانچہ ان سے لوگ سوال کریں گے اور وہ بلا علم، فتویٰ صادر کریں گے، اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (مشکوٰۃ کتاب بالعلم ص۳۳)

اب ہمارے محترم وزیر غور فرمائیں "جاہل" اور "گمراہ" سے کون مراد ہے۔ غور کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جائے گی۔　(محمد طیب اسعدی کراچی)

میز اور کرسی پر کھانا کھانے سے متعلق ایک علمی تحقیق

الحق کا شمارہ بابت ماہ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ ۔ مئی ۱۹۹۲ء

پڑھا اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اپنی رحمت کے ساتھ تا قیام قیامت جاری و ساری رکھے۔ اسی شمارہ کے ص۵۱ تا ۵۲ تک سید جلال الدین عمری صاحب کا "مسنون آداب طعام اور ان کی معنویت" نظر سے گزرا۔ موصوف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے آداب کو بہت ہی احسن طریقے سے تحریر کیا ہے جبکہ موجودہ دور میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے ناواقفیت، عدم دلچسپی اور عدم اعتناء بڑھتا جا رہا ہے اور مسلمان اپنے دین کی تعلیمات کو چھوڑ کر غیروں کے طور طریقے اختیار کر رہے ہیں تو اس بات کی شدید ضرورت ہے۔ کہ مسلمانوں کو بار بار اسلامی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی طرف راغب کیا جائے کیونکہ مسلمانوں کی دنیوی و اخروی ہر طرح کی صلاح و فلاح اتباعِ سنت ہی میں مضمر ہے اور "الحق" نے الحمدللہ اس سلسلہ میں ٹھوس کام کیا ہے اور کر رہا ہے۔ سید جلال الدین عمری صاحب نے جہاں دسترخوان کا استعمال اور حدیث انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ جس کی تشریح کے بعد لکھتے ہیں کہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کھانے کے لیے "تپائی" یا "چوکی" وغیرہ استعمال کی جا سکتی ہے یا کہ نہیں۔ ساتھ لکھتے ہیں۔ کہ اس کا جواب امام غزالی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ کھانا زمین پر رکھ کر کھانا یا زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا سنت کے قریب ہی ہے، لیکن "مائدہ"، تپائی یا اس جیسی اونچی چیز پر کھانا ممنوع یا مکروہ نہیں ہے اس لیے کہ اس کی ممانعت ثابت نہیں ہے یہ بدعت بھی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہؐ

کے بعد مشروع ہوئی ہو۔ اسے بدعت نہیں کہا جاتا، بلکہ بدعت وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو، اور جو کسی امر شرعی کو ختم کر دے جبکہ اس کی علت موجود ہو بعض اوقات تو اسباب کے بدلنے پر نئی چیزیں ایجاد کرنی پڑتی ہیں "مائدہ" صرف اس لیے ہے کہ کھانے کو ذرا اونچا رکھا جائے تاکہ کھانے میں آسانی ہو، اس طرح کی چیزوں میں کوئی کراہت نہیں ہے اس سے "میز کرسی" پر کھانے کا جواز نکلتا ہے جب کہ اسی حدیث کو حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریا رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل ترمذی کی اردو شرح "میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانا میز پر تناول نہیں فرمایا نہ چھوٹی طشتریوں میں نوش فرمایا نہ آپ کے لیے کوئی چپاتی پکائی گئی۔ حضرت یونس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے قتادہؓ سے پوچھا کہ کھانا کس چیز پر رکھ کر نوش فرماتے تھے، انہوں نے جواب دیا چمڑے کے دستر خوان پر۔ (ص ۱۲۹)

علامہ مناوی اور ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ میز پر کھانا کھانا ہمیشہ متکبر لوگوں کی عادت رہی ہے۔ کوکب دری میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں چونکہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ بھی ہے اس لیے یہ مکروہ تحریمی ہے۔ تشبہ کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ احادیث میں بہت کثرت سے اس پر مختلف عنوانات سے تنبیہہ کی گئی ہے۔ کھانے میں، پینے میں، لباس میں، حتیٰ کہ عبادات تک میں اس سے روکا گیا ہے جیسا کہ عاشورا کے روزے اور اذان کی احادیث میں کثرت سے یہ مضمون کتب حدیث میں مذکور ہے مگر لوگ اس میں خاص طور پر لاپرواہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

نیز حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۲۸ پر وہ یہی حدیث حضرت انسؓ بن مالکؓ کی نقل کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص رہے ہیں۔ لہٰذا آج بھی مسلمانوں کو میز یا کرسی پر کھانا کھانے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ احقر کے خیال میں سید جلال الدین عمری صاحب کو اس حدیث کے ترجمہ و تشریح میں مغالطہ ہوا ہے کہ حدیث مذکورہ سے میز پر کھانے کا جواز نکلتا ہے۔

واللہ اعلم، والحق ان یتبع وفوق کل ذی علم علیم۔

(مولانا) محمد علی قریشی راولپنڈی متعلم دورہ حدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دیار مغرب کے انداز نرالے ہیں رتسلیمہ نسرین کی حمایت میں

اوسلو (اف پ۔اپ) توہین اسلا کے مرتکب بھارتی نژاد برطانوی مصنف

سلمان رشدی نے بنگلہ دیش کی دریدہ دہن مصنفہ تسلیمہ نسرین کی حمایت میں آواز بلند کرتے ہوئے کہا ہے

کہ اس کا کیس بھی میرے جیسا ہے اور ہم دونوں بنیاد پرستوں کی بیجا تنقید کی زد میں آئے ہوئے ہیں اور یہ تنقید محض مذہبی تعصبات کے حوالے سے کی جا رہی ہے۔ رشدی نے یہ بات ناروے کے دورے کے دوران اوسلو میں انٹرویو کے دوران کہی۔ ناروے کی حکومت نے بنگلہ دیش کے انتہا پسند عناصر کے ہاتھوں تسلیمہ نسرین کی مذمت اور "توہین" پر اظہار تشویش کرتے ہوئے امید ظاہر کی ہے کہ خاتون مصنفہ کو ستمبر میں ناروے میں ادیبوں کی اس کانفرنس میں شرکت کی اجازت ضرور دی جائے گی جس میں "اظہار خیال کی آزادی" کے موضوع پر بحث ہوگی۔

گزشتہ روز ناروے کی وزارت خارجہ کے ایک افسر نے ڈھاکہ کا دورہ کیا اور بنگلہ دیش کے حکام کو تسلیمہ نسرین کے مسئلے پر اپنی حکومت کی تشویش سے آگاہ کیا۔ واضح رہے کہ سلمان رشدی بھی خصوصی دعوت پر کانفرنس میں شرکت کرے گا۔ (نوائے وقت ۔ ۹۴-۷-۲)

اسکول کا مبنی بر تعصب رویہ جارج گرین اسکول لندن کے ۱۵ سالہ مسلمان طالب علم کو محض اس جرم کی پاداش میں اسکول سے خارج کر دیا گیا کہ اس نے اپنی ہیڈ مسٹریس کے کہنے کے باوجود اپنی داڑھی مونڈنے سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں طلباء کے والدین، طلباء اور مقامی مسلم کمیونٹی کے سرکردہ افراد کے سخت احتجاج اور مداخلت کے بعد اس لڑکے کو کلاس میں بیٹھنے کی اجازت تو نہ ملی، ہاں اسکول میں اس کو دوبارہ لے لیا گیا۔ اور کلاس میں بٹھانے کے بجائے اس کو اسکول کی ایسی کوٹھڑی میں تنہا اور وقفہ کے بغیر بیٹھنے پر مجبور کیا گیا جہاں عام طور پر سزا یافتہ بچوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ اور مقامی وکیل کے قانونی اجازت نامہ دکھلانے پر اس کو باقاعدہ اجازت مل گئی، اس انداز میں کہ ہیڈ مسٹریس گویا اس پر احسان کر رہی تھی۔ ("صراط مستقیم" برمنگھم دسمبر ۹۲ء)

ایک ادیب مسلمانوں اور کروڑہا مصنف مزاج انسانوں کی دلآزاری کرنے والوں کی "آزادی" کی حفاظت، افزائش اور ستائش پر مغربی ممالک کا پانی کی طرح روپیہ بہانا قابل غور ہے جب کہ داڑھی رکھنے سے دوسروں پر منفی اثرات پڑنے کا بھی کوئی امکان نہیں لیکن ایک نوجوان کو اس معمولی سی انفرادی آزادی کی بھی اجازت نہیں کیونکہ وہ بیچارا مسلمان ہے!

ہم جنس پرستوں کی چھٹی منظور ہوگئی لندن (اے پی) برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن نے اعلان کیا ہے کہ بی بی سی جس طرح اپنے دوسرے ملازمین کو ہنی مون منانے کے لیے چھٹیاں مع تنخواہ دیتی ہے اسی طرح بی بی سی میں ملازم ہم جنس پرست جوڑوں کو ہنی مون منانے کے لیے چھٹیاں مع تنخواہ دی جائیں گی۔ یہ فیصلہ مساوی حقوق کمیشن کی سفارش پر کیا گیا ہے۔ برطانیہ کے بعض قدامت پسند سیاستدانوں نے

(بقیہ ص ۲۲ پر)

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرۂ کتب

فتح الصمد بنظم اسماء الاسد المعروف بہ نظم القشیر الروحانی فی رثاء الشیخ عبدالحق حقانی

تصنیف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی مدظلہ صفحات ۵۴، قیمت درج نہیں۔
ناشر: ادارہ تصنیف و تالیف، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح بانی دارالعلوم حقانیہ جس مرتبہ کی شخصیت تھے جیسے جیسے وقت گزرے گا ان کا عظیم علمی تشخص، ان کے عظیم جہادی کارنامے، ان کے قائم کردہ سینکڑوں مدارس، ان کی تحریک علم و غلبہ دین جہاد افغانستان اور دین اسلام کی ترویج و تنفیذ کے لیے ان کا عظیم تاریخی کردار مزید نکھرتا اور ابھرتا چلا جائے گا، ان کے حین حیات بھی اور ان کے وفات کے متصلاً بعد بھی ملک و بیرون ملک جامعات میں حضرت شیخ الحدیث رح کے علمی کام دینی خدمات اور کارناموں پر تحقیق و تنقید کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کے علمی و دینی اور فکری تحریکات کے ضمن میں ان کے کام خدمات مقام اور مرتبے کا تعین ہونے لگا ہے۔

فتح الصمد بنظم اسماء الاسد اسی سلسلہ زرین کی ایک سنہری کڑی ہے جو علامہ یگانہ محقق زمانہ متکلم اسلام مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی کی تصنیف لطیف ہے۔ حضرت شیخ الحدیث رح کے حق میں ان کا یہ قصیدہ رثائیہ بے نظیر و بے مثال ہے اپنے محدود علم و مطالعہ کی حد تک قصائد سلف و خلف میں اس کی کوئی مثال نظر سے نہیں گذری۔ جس میں چھ سو سے زائد اسماء اسد او متعلقات اسد کو جمع کر کے موزون و منظوم کرنے کا دشوار اور صعب ترین کام بحسن و خوبی انجام دیا گیا ہے۔ قصیدہ میں ان اسماء اسد کا مصداق بطریقۂ تشبیہ و استعارہ کے باذکر حرف تشبیہ اور بغیر ذکر حرف تشبیہ کے حضرت شیخ الحدیث رح مولانا عبدالحق رح کو ٹھہرایا گیا ہے۔

جس سے مشبہ کے کمالات اور اوصاف عالیہ کا اظہار ہوتا ہے اس طرح کے اطلاقات اور تلقیب احادیث، سیر صحابہ رض، اور سلف صالحین کے اقوال اور تاریخ میں نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور موجب فخر و مسرت ہے، قصیدہ کے ۱۷۹ اشعار میں جو موزونیت، منظومیت شستگی اور روانگی اور مضامین

ومفاہیم کے جو گراں مایہ ذخائر ہیں وہ ناظمِ عالی مقام کی جودتِ فکر، سلامتیٔ ذہن، عربی دانی میں سبقت ومہارت اور سخنوری وسخن شناسی کا شاہد عدل ہیں۔

حضرت العلامہ روحانی بازی مدظلہ نے کتاب کے آغاز میں ۱۰ صفحات پر مشتمل مفصل مقدمہ لکھا ہے جس میں عربی زبان کی وسعت، قصیدہ ہذا کا پس منظر، اسماء اسد کے اطلاقات کے نظائر وامثال نظم ہذا کے تمام اشعار کے مضامین ومعانی کی تفہیم میں رہنما اصول اور ان کے اوزان و اوصاف کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

قصیدہ کے تمام اشعار پر مکمل اعراب، تحت اللفظ شستہ لفظی ترجمہ اور حاشیہ میں مفصل لغوی تحقیق اور شرح نے عربی ادب کے تمام شائقین، اساتذہ، اہل علم اور ادنیٰ طلبہ کے لیے بھی اس سے افادہ اور استفادہ آسان کردیا ہے، موصوف ۱۲ ذوی الحجہ ۱۴۱۲ھ کو جب سفرِ حج پر تشریف لے گئے تو حرم شریف کی مقدس فضاؤں میں اس نظم کی ترتیب وتہذیب کو انجام تک پہنچایا۔ الغرض فتح الصمد ایک عجیب علمی ادبی اور تاریخی شہ پارہ ہے عربی ادب کا عظیم شہ کار اپنی مثال آپ، عربی ادب کے ذخیرہ میں اس کی کوئی نظیر نہیں، قدرداں ہوتے تو ناظم کو سونے میں تولتے تب بھی حق ادا نہ کر سکتے۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت العلامہ نے جس ذات کی رضا کے لیے یہ کام کیا ہے وہ نام بھی جانتا ہے کام بھی جانتا ہے اور انعام بھی جانتا ہے۔ واجرھم علی اللہ۔

ناظم ادارۃ العلم والتحقیق دار العلوم حقانیہ کے نام خط لکھ کر بھی یہ رسالہ طلب کیا جا سکتا ہے

استدراک تعارف وتبصرہ کے زیر اہتمام کتابوں پر مجموعی حیثیت سے تبصرہ کیا جاتا ہے۔ الحق کے شمارہ بنٹ میں اصلاح مفاہیم نامی کتاب پر اس کے آغاز میں اکابر علماء ومشائخ اور اساطین علم کی تقریظات کو ملحوظ رکھ کر کتاب کی مجموعی حیثیت پر تبصرہ کیا گیا تھا اب جب کتاب کو تفصیل سے دیکھا تو اس کے بعض مسائل قرآن وسنت، مسلک اہل سنت والجماعت اور اکابر علماء دیوبند کے مسلک حقہ سے خلاف پائے، لہٰذا اس کتاب کا مطالعہ عام قارئین کے لیے نافع نہیں رہے گا۔ البتہ اہل علم نقد وتبصرہ اور علمی تجزیہ وافادہ کے لیے اس کا مطالعہ کریں تو کوئی حرج نہیں۔ (عبدالقیوم حقانی)

REGD. NO. P-90

فرمانِ رسولؐ..

حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری اُمت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"
دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنالیا جائے۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)